فہرست

اردو مخطوطات

مرتبہ

عبد القادر سروری ایم اے، ایل ایل بی

پیش نامہ

(از عالیجناب مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے پروفیسر اُردو کلیہ جامعہ عثمانیہ)

کتابوں کی فہرست بُری بھلی جیسی بھی ہو، ایک کام کی چیز ہے اور اس کے لکھنے کے لئے لیاقت درکار ہے۔ آج کل یہ خاص فن ہو گیا ہے اور اس کے مرتب کرنے کے لئے بڑی بصیرت اور معلومات کی ضرورت ہے۔ اس اصول پر جو فہرستیں لکھی جاتی ہیں وہ معلومات کا ذخیرہ ہوتی ہیں اور بجائے خود مطالعہ کے قابل ہوتی ہیں۔ البتہ ایک عیب ضرور ہے کہ بعض صاحب صرف فہرستیں پڑھ پڑھ کر اپنے آپ کو عالم سمجھنے لگتے ہیں اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ یہ سب کی سب کتابیں ان کی نظر سے گزر گئی ہیں۔ اس میں فہرستوں کا قصور نہیں، یہ پڑھنے والے کا ذوق اور سلیقہ ہے۔

ان فہرستوں میں کتاب اور مصنف کے متعلق وہ تمام ضروری اُمور

درج کر دیئے جاتے ہیں جن کا علم کتاب کے مطالعے کے لئے لازم ہے۔ بعض اوقات ان میں ایسی ایسی باتیں مل جاتی ہیں جن تک پہنچنا ہر شخص کا کام نہیں۔ اس سے مُرتب کی وسعت نظر اور وسعت تحقیق معلوم ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک ایک بات صدہا اوراق اُلٹنے پلٹنے اور شب و روز کی محنت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ یہ فہرستیں درحقیقت سینکڑوں اور ہزاروں کتابوں کا نچوڑ اور غریب مرتب کی محنت و تحقیق کا نتیجہ ہوتی ہیں

خوشی کی بات ہے کہ مولوی عبد القادر صاحب سروری ایم ، اے۔ ایل ایل بی نے کتب خانہ کلیہ جامعہ عثمانیہ کی اردو قلمی کتابوں کی فہرست اسی اصول پر سلیقے سے مُرتب کی ہے۔ ان کی یہ محنت اور کاوش قابل داد ہے۔ جس سے طلبہ اور اساتذہ دونوں مستفید ہونگے۔

فہرست

اُردو مخطوطات

کتب خانۂ کلیۂ جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن

مرتبۂ

عبد القادر سروری ایم، اے۔ ایل، ایل، بی

مطبوعۂ

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی

حیدرآباد دکن

۱۹۲۹ء

تمہید

یہ فہرست جو مخطوطات کی تفصیلی کیفیت پر مشتمل ہے۔ علمی دنیا کے لئے کوئی نئی چیز نہیں۔ خود اردو یا ہندوستانی مخطوطات کی تفصیلی فہرستیں یورپ کے اکثر مستشرقین مثلاً پروفیسر بلوم ہارٹ، مرین ایتھے ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ نے یوروپی زبانوں میں لکھی ہیں۔ مولوی سید شمس اللہ قادری نے بھی بلوم ہارٹ کی فہرست اردو مخطوطات (انڈیا آفس لائبریری) کو ملخص ترجمے کی صورت میں پیش کیا تھا۔ لیکن اردو زبان میں اردو مخطوطات کی فہرست لکھنے کی کوشش شاید کسی نے اب تک نہیں کی۔ اس لئے یہ فہرست گویا اس قسم کی کوششوں کا آغاز ہے۔

اس فہرست کی ترتیب کی تحریک اس طرح ہوئی کہ ایک دفعہ صدر کلیہ جناب مولوی محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب سے، فارسی اور اردو کے چند مخطوطات کے متعلق گفتگو ہوئی اور کتب خانہ کلیہ کے مخطوطات کا بھی ذکر آیا۔ اس ضمن میں صاحب موصوف نے، جن کو کلیہ سے متعلق ہر چیز کی تنظیم کی ہمیشہ فکر رہتی ہے، کتب خانہ کے فارسی اور اردو مخطوطات کی فہرست بنانے کا مشورہ دیا تاکہ متعلمین ادب کو اس سے ریسرچ میں کچھ فائدہ

مل سکے

کتب خانہ کلیہ کے اردو مخطوطات کا مجموعہ کوئی کثیر نہیں ہے اور نہ کتبخانہ کے ابتدائی مراحل میں اس کی طرف زیادہ توجہ کرنے کا موقع مل سکتا تھا۔ تاہم کچھ عرصہ سے مولوی سید سجّاد صاحب کی سعی کی بدولت اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور اب مولوی عبدالحق صاحب سے، جنکو قدیم اردو سے غیر معمولی دلچسپی ہے، توقع ہے کہ اس مجموعہ کو خاص طور سے فروغ دینگے۔ چنانچہ اس فہرست کی ترتیب کے بعد سے ابتک پچاس سے زیادہ مخطوطات کا کتبخانہ میں اضافہ ہوا ہے جسکا ضمیمہ بعد میں شائع ہو سکتا ہے۔

بحالت موجودہ اس مجموعے کے بعض مخطوطے کمیاب اور چند نایاب ہیں۔ ر۳، ع۱۰، ر۲۷، ر۳۹، ر۵۵، ر۵۷، ر۵۸، ع۶۰ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جن کے صرف ایک یا دو مخطوطوں کا حال مرتب کو معلوم ہو سکا ہے۔ ہ ش، ر۸، ع۲۱، ر۲۶، ع۳۶، ر۳۷، ع۵۶، ع۶۱، اپنے موضوع کے لحاظ سے بھی اہم ہیں۔ اور نایاب بھی ہیں۔ ع۵ میں جس قدر رسالے شامل ہیں، وہ بہت ہی قابل قدر ہیں۔ ہ ش نامکمل ہے، ورنہ بڑا مفید مخطوطہ ہوتا۔ ع۲۱ "من لگن" کے نسخے عام طور سے ملتے ہیں۔ لیکن اس خاص نسخے کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ اس کے ساتھ بحری کی فارسی اور اردو تحریروں کے چند حصے باقی رہ گئے ہیں۔ جن کا علم مرتب کو کسی اور جگہ سے نہیں ہو سکا۔

فہرست میں مخطوطات کی تفصیلات پر پوری نظر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ ممکن ہو تو یہ نمونہ بن سکے لیکن اسامی کتب (Reference works) کی کمی یا دسترس میں نہ ہونے کے سبب یہ فہرست کسی طرح بھی جامع و مانع نہیں بن سکتی تھی۔ چنانچہ بعض مخطوطات سے متعلق معلومات

فراہم کرنے کی جسقدر زیادہ کوشش کی گئی اسی قدر کم کامیابی ہو سکی۔

مخطوطات کے اقتباسات میں اصل سے مطابقت قائم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض مخصوص اصطلاحوں کے اردو ترجمے بھی کئے گئے ہیں جن میں سے (Colophon) کے لئے مولانا مناظر احسن گیلانی کی موضوعہ اصطلاح "ترقیمہ" ہر جگہ استعمال کی گئی ہے۔

اس فہرست کی ترتیب کے دوران میں مرتب کو اپنے قدیم استاد ڈاکٹر محمد نظام الدین پی۔ ایچ۔ ڈی (کیمبرج) پروفیسر فارسی کلیۂ ہذا کے مشوروں اور دقت نظری سے اور مخطوطات کے مطالعے دوران میں مولوی یوسف الدین احمد صاحب مہتمم کتب خانہ کلیہ کے سہولتیں پیدا کرنے سے بڑی مدد ملی۔ جس کا مشکور ہوں۔

کلیہ جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد دکن)
۲۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء
} عبدالقادر سروری

مشتملات

علوم اسلامی

ا - علوم قرآن

ب - حدیث

ج - فقہ

(۲)
تصوف

تاریخ

ا - تاریخ اسلام

ب - تاریخ مقامی

سیرت اور سوانح

ا - انفرادی

ب - تذکرے

لسانیات

ا - قواعد

ب - لغات

ج - عروض و بلاغت

ادبیات

نظم

مجموعۂ نظم

قصص

ا۔ منظوم قصے

ب۔ نثری قصے

مکتوبات

علمی فنون

ا۔ طب بیطاری

ب۔ ورزش

ج۔ ریاضیات

قانون

۱۶

اخلاقیات

فہرست

اردو مخطوطات

(۱)

علومِ اسلامی

(۱) علوم القران

(۱) فرائد در فوائد (ل)

اوراق ۵۶ سطور ۱۵ تقطیع ۸ $\frac{1}{2}$ × ۶ $\frac{1}{4}$ انچ نستعلیق شکستہ آمیز خط سنہ تحریر ۱۲۷۷ھ نساخ محمد یوسف حسین مقام کتابت مدراس سنہ تصنیف ۱۲۱۰ھ

یہ منظوم رسالہ قرانِ مجید پر مبنی ہے۔ اس کے مصنف دکن کے کثیر التصانیف اور مشہور مولانا محمد باقر آگاہ شافعی قادری ایلوری (نائطی) ہیں جو میر اور سودا کے معاصر تھے آپ کے اجداد بیجاپور کے رہنے والے تھے لیکن خود ۱۱۵۸ ہجری میں

ایلور میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے چچا اور حضرت سید ابوالحسن قربی سے حاصل کی پھر تکمیل کے لئے مولوی ولی اللہ کے پاس چلے گئے جو اس زمانے میں مدراس کے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے۔

پندرہ سال کی عمر سے نظم و نثر میں فکرِ سخن کرنا شروع کیا۔ سترہ سال کی عمر میں حضرت قربی کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا تو استاد نے شاگرد کے لئے دعا کی چند ہی روز میں ان کے علم و فضل کا شہرہ تمام اطراف میں پھیل گیا قدردان علماء، نواب والاجاہ والی کرناٹک نے ان کو طلب کرکے نواب امیر الامراء بہادر کی اتالیقی سپرد کی۔ تنخواہ دو سو روپیہ مقرر تھی۔ چند روز بعد التور کی جاگیر بھی عطا ہوئی۔ اس کے بعد آگاہ امیرِ موصوف کے ہمراہ مدراس گئے اور یہیں رہے۔

نواب والاجاہ ان کی بڑی عزت اور وقعت کرتے تھے۔ ۲۴ ذی الحجہ سنہ ۱۲۲۲ھ شب پنجشنبہ کو انتقال ہوا۔ میلاپور کے راستے میں اپنی زرخرید اراضی میں دفن کئے گئے مولوی محمد غوث شرف الملک[۱] نے جو بڑے فقیہ اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ کرناٹک کے مدارالمہام بھی تھے "قدمات فرد العصر" سے تاریخ نکالی ہے۔

آپ کی تصانیف عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں پر مشتمل ہیں جنکی تعداد تین سو تین بتلائی جاتی ہے[۲] حصہ نظم میں ابیات کی مجموعی تعداد پچاس ہزار سے زیادہ بتلائی جاتی ہے[۳] حسبِ ذیل کتابیں آپ کی اردو میں ہیں:-

(۱) ہشت بہشت (۲) تحفۃ الاحباب (۳) تحفۃ النساء (۴) فرائد در فوائد (زیرِ نظر) (۵) ریاض الجنان (۶) محبوب القلوب (۷) روضۃ الاسلام (۸) گلزارِ عشق (۹) قصہ رضوان شاہ (۱۰) روح افزا (۱۱) خمسہ متحیرہ (۱۲) مثنوی رُوپ سنگار (۱۳)

۱؎۔ ان کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو مضمون "باقر آگاہ" رسالہ اردو اورنگ آباد دکن بابتہ ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۹ء

۲؎ دیباچہ احسن التبیئین (ترجمۂ خیر المبین مصنفہ آگاہ) از غلام دستگیر۔ مطبوعہ مفید عام پریس (حیدرآباد دکن) صہ ۳

۳؎ تذکرہ "گلزارِ اعظم" از نواب محمد غوث خاں بہادر مطبوعہ مطبع سرکاری (کرناٹک) سنہ ۱۲۷۲ھ صہ ۱۰

دیوان اردو (۱۴) عقائد، باقر آگاہ[1]

"فرائد در فوائد" میں قران مجید کے شان نزول اس کے فضائل سورتوں کی تعداد ان کے خصائص اُن کا جمع ہونا ان کے معنوں کی وسعت وغیرہ پر بحث کی گئی ہے شروع میں ایک دیباچہ نثر میں ہے جس میں کتاب کا نام سبب تالیف موضوع کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کتاب کے ماخذ اور شمولیات کی فہرست بھی لکھی ہے۔

اس کے ماخذ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اتفاق (الاتقان؟) فی علم القران (۲) مطلع البدرین فیمن یوتے اجرہ مرتین (۳) بزوع الہلال فی الخصال الموجبتہ للضلال (۴) الاخبار الماثورہ فی الاطلا بالنورہ (۵) مسامرۃ المسموع فی ضو المشموع (۶) ملتقط الدرر فی الفوائد الغرر (۷) العجاجتہ الزرنبیہ فی السلالتہ الزینیہ جو سب کی سب شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف سے ہیں۔

"فرائد در فوائد" ایک دیباچہ کے علاوہ ستائیس فائدوں (فصلوں) اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

آغاز

پس از حمد خدا و نعت مختار
میں لکھتا ہوں فوائد کئی سن اے یار
نہیں ہر فائدے کو اس کے جوڑا
کروں جو وصف میں اس کا ہے تھوڑا

---

[1] رسالہ "اردو" اورنگ آباد دکن، بابتہ ماہ اپریل ۱۹۲۹ء

یہ نسخہ گرچہ ہے ہندی میں منظوم
بھی ہے اجمال سے ذکر اس کا مرقوم
دلے بحر ہدایت کا گہر ہے
طلسم گنج قرآن و خبر ہے
فرائد در فوائد اس کا ہے نام
خدا اس کو کرے خوبی سے انجام

خاتمہ کے اشعار میں مصنف نے اس کی تصنیف کے سن مقام تصنیف اور تعداد ابیات کا بھی ذکر کیا ہے۔

بحمد اللہ یہ دِل کش رسالہ
کہ قرآن و خبر کا ہے رسالہ
بہت جلدی ستے اتمام پایا
چھپے اسرار کو جلوے میں لایا
تھے بارہ سو یہ دس جب اے گرامی
بشہر صوم پایا ہے تمامی
تمام ابیات اس کے جو ہیں سب بس
ہوئے ہیں ایک ہزار و پانصد و دس
تصدق سے محمد کے الٰہا
کر اس نسخہ کے تیں مقبول دلہا
حیات و موت کر ملت میں اس کی
تو میرا حشر کرامت میں اس کی

ترقیمہ کی تحریر حسب ذیل ہے۔

”بدست محمد یوسف حسین بہ پنجم ماہ رمضان روز دوشنبہ بوقت
دو ساعت روز در بلدہ مدراس فرخندہ اساس ۱۲۷۷ھ جلوہ انصرام یافت“

(ب) حدیث

(۲) انوار محمدی ۱۲۱۲ھ

اوراق ۱۴۶ - سطور ۱۶ - تقطیع ۷ ۳/۴ × ۶ - نستعلیق
شکستہ آمیز خط تحریر مصنف ہی کی معلوم ہوتی ہے سن تحریر
اور سن تالیف ۱۲۱۲ھ ہے۔

فن حدیث کی مستند عربی کتاب شمائل ترمذی کا یہ اردو نثر میں ترجمہ ہے جو علی جونپوری المشہور بہ کرامت علی نے ۱۲۱۲ھ میں کیا۔ مشکل مقامات کی جا بجا تشریح بھی کی گئی ہے۔

اصل ترجمہ سے پہلے ایک مختصر سا دیباچہ ہے جس میں مصنف نے اپنا نام اور کتاب کی تالیف کا سبب بھی بتلایا ہے کہ ہندی میں اس قسم کی کتابیں کم ہیں اور یہی چیز اس کے لکھنے کا سبب ہوئی۔ یہ کتاب بعض الفاظ کے املا کے لحاظ سے قابل توجہ ہے۔ مثلاً ایک جگہ ”سمجھنا“ کو صاد سے بحذف ہائے ہوز ”صمجنا“ لکھا ہے (ورق ۱۳ سطر ۵) ورق کے تین چوتھائی حصے پر عربی کی عبارت ہے جس کے نیچے سطر بہ سطر اردو ترجمہ لکھا گیا ہے۔ باقی حصہ تشریحات کے کام میں لایا گیا ہے۔

آغاز

"سب تعریف اللہ ہی کو واسطے لایق ہے جس نے ہم سبکو اپنے تمام مخلوقات سے افضل کرنے کے لئے آدمی بنایا اور سب اُمتوں سے عزت دینے کے لئے اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا کیا۔ اور اس مذہب میں نجات دینے کے لئے مذہب سنت وجماعت کا عطا کیا"........

جیسے اوپر بیان کیا گیا ہے اصل عربی متن اُردو ترجمہ کے ساتھ ہی ساتھ موجود ہے جس سے ترجمہ کی خوبیوں اور خامیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حتی الامکان تحت اللفظ ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

کاتب کا نام نہیں ملتا۔ بظاہر خود مصنف ہی کی تحریر معلوم ہوتی ہے ۱۲۹۹ھ میں یہ ایران میں طبع بھی ہو چکی ہے۔ خاتمہ اور ترقیمہ ایک ہی ہے۔

"الحمد للہ کہ سن بارہ سو بارون ہجری نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ مہینے شوال تاریخ سولھویں میں اس کتاب کے ترجمہ سے فراغت ہوئی"۔

(ج) فقہ

(۳) احکام الصلوٰۃ ۱۱۷۱

اوراق ۴۲ سطور ۷ تا ۹ تقطیع ۷ × $\frac{1}{4}$ ۴ انچ خط نسخ
مصنف شاہ ملک سن تصنیف ۱۱۷۱

دکھنی زبان کی مثنوی ہے۔ اس میں ارکان ایمان نماز روزہ وغیرہ کے

فرائض بیان کئے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ کسی فارسی مثنوی کا ترجمہ ہے جو ۱۰۷۷ھ میں تمام ہوا چنانچہ رسالہ کے آخر میں مصنف اپنا نام سن اختتام اور تعداد ابیات بتلاتا ہے۔

یوں مسلیاں کون دکھنی کیا اس سبب
فہم کر کے دل میں کرے یاد سب

....

سو یو شیں الف ہے ڈیم لام کاف
فرس کو سو دکھنی میں بولیا ہے صاف
سنہ یک ہزار اور ستر پو سات
کہیا تھا اسی سال میں یو نکات
اڑی سو بتیاں ہے زیاد ہیں چار
تو کوشش تے دل بھاکی کر یاد یار
تمت و بالخیر عمت ہ

پہلا شعر ہے۔

الہٰی دے توفیق انسان کوں
بندگی کرے تیری دل جان سوں

پروفیسر بلوم ہارٹ نے اس کا ذکر "شریعت نامہ" کے عنوان سے کیا ہے (ملاحظہ ہو فہرست ہندوستانی مخطوطات کتب خانہ انڈیا آفس ۳۲) معلوم نہیں کہ اس کی بنا کیا ہے۔ شاہ ملک بیجاپور کے رہنے والے تھے۔ ان کا زمانہ علی عادل شاہ (۱۰۶۷ھ تا ۱۰۸۳ھ) کا دور حکومت ہے۔

دکھنی اردو کی خصوصیت کے متعلق پروفیسر بلوم ہارٹ نے اپنی مرتبہ

فہرست ہندوستانی مخطوطات انڈیا آفس لائبریری کے صفحہ ۳۸ و ۳۹ پر چند امور بیان کئے ہیں۔ جو خاص طور سے قابل توجہ ہیں۔

"لفظوں اور جملوں کی غیر قواعدی ترکیب سے قطع نظر بعض دیگر خصوصیات ایسی ہیں جو قدیم دکنی اُردو اور موجودہ اُردو میں فرق پیدا کرتی ہیں۔ قواعد زبان اور دوسرے لحاظات سے ذیل کے امتیازات خاص طور سے نمایاں ہیں"

(۱) علامت فاعلی کے "نے" کا استعمال زمانہ ماضی فعل متعدی میں بھی بہت کم ہوتا ہے لیکن دونو حالتوں میں خواہ علامت فاعل ہو یا نہ ہو فعل حالتِ فاعلی میں تصور ہوتا ہے۔ اور فعل فاعل ہی سے مطابقت کرتا ہے۔ جیسے برہمنی نے کہی اور برہمن نے کہا "نے" کا استعمال "بولنا" کے ساتھ عموماً دیکھا گیا ہے۔

(۲) "کرنا" کا ماضی ہمیشہ "کرا" اور مونث "کری" مستعمل ہے جیسے "وہ عورت بیان کری" دوسرے افعال میں آخری حرف بجائے "ا" کے "یا" ہوتا ہے جیسے "جلیا" اونے بولیا"

(۳) "ان" فارسی کی علامت جمع جاندار اور بے جان دونوں طرح کے اسموں کے علاوہ ہندی اسما کے آخر میں بھی لگائی جاتی ہے جیسے عورتاں بھائیاں باتاں، سراں، انکھیاں، ہاتھیاں، لوگاں، اونٹاں۔

(۴) شخصی ضمیریں جو متکلم یا مخاطب کے لئے استعمال ہوتی ہیں ان کے آخر میں حالت مفعولی کی علامت "کو" کے بجائے "تئیں" جیسے تم کو کے لئے "تمارے تئیں" میرے کو کے بجائے "میرے تئیں" وغیرہ

(۵) عموماً اکثر الفاظ ہندی استعمال ہوتے ہیں مثلاً "سوں" بجائے "سے" کے اور تئیں اور "کوں" کو کے بجائے۔ اس کے علاوہ اویادو بجائے "وہ" "انے" "اسنے" کی جگہ "اتنے" کے بجائے "اتے" اور کی جگہ "ہور" وغیرہ

(۶) ہندی کے الفاظ میں بھی تصرف کر لیا جاتا ہے کبھی کبھی املا میں بھی ایک ہی آواز والے حروف (مثلاً حروف سنیہ اور شفوی حروف) میں کوئی امتیاز قائم نہیں رکھا جاتا جیسے دیکھ کے بجائے دیک اٹھکر کے بجائے اٹکر ساتھ کے بجائے "سات" کچھ کے بجائے "کچ" "بھائی" کے بجائے "باہی" "پڑھنا" کے لیے "پڑنا" بُہت کی جگہ بھوت "لگے کے مقام پر لاگے" کا استعمال ہوتا ہے۔ ذیل کی چیزیں بھی دیکھنے کے قابل ہیں مذبوت عقربا 'طرکیب' واستے 'موہات (برائے منہ ہات) بیان کیا جاتا ہے کہ "احکام الصلوٰۃ" کا ایک اور قلمی نسخہ ۱۱۱۱ھ کا لکھا ہوا مدیر تاج کے کتب خانہ میں موجود ہے۔[1]

(۴) [رسالۂ فقہ] ۴ر۲

(ایک رسالہ کا درمیانی حصہ ہے)

اوراق ۴۴ سطور ۱۲ تقطیع ۸ × ½ ۵ نستعلیق خط۔

موجودہ حصہ تیسری فصل کے آخر سے شروع ہوتا ہے۔ اگلا حصہ اور آخری حصہ غائب ہے۔ ورق ا الف سے یہ عبارت شروع ہوتی ہے۔

"اور نہ زوال نہیں ہے اور ایک صفت خدا تعالیٰ کی علم ہے یعنے جاننا وہ خدائے تعالیٰ جانتا ہے اور آگاہ ہے سب چیز دیکھے خواہ بڑی ہوں یا چھوٹی ظاہر ہوں یا پوشیدہ بلکہ جو کچھ خلائق کے دل میں ہے۔ اور ظاہر میں نہیں آئے وہ چیزاں بھی اس کے

---

[1] اردوئے قدیم "صفہ" ، رسالہ تاج (مطبوعہ تاج پریس) جلد ۲ نمبر ۴ ، ۵ ، ۶ ۔

علم سے خارج نہیں ہیں"۔

جس عبارت پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے یہ ہے۔

"اور جب ارادہ کرے اپنے شہر کو جانے کا وداع کرے مسجد نبوی کو دو رکعت نماز پڑھکر اور دعا مانگے جو چاہے سو اور آئے قبر مبارک کے پاس۔ جس طرح پہلی زیارت کیا ہے۔ سو اسی طرح زیارت کرے۔ اور سلام اور وہاں سے نکلے۔ اللھم ارزقنا حبک نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ زیارت قبر شریف والموت علی الایمان۔ فی مدینۃ المبارک وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ وسلم"۔

اسی صفحہ کے داہنے گوشہ میں لفظ "محمد" لکھا ہوا ہے۔ جو آئندہ صفحہ کے شروع کا لفظ تھا رسالہ کی زبان دکنی ہے۔ اور خصوصیات تحریر کے اعتبار سے یہ رسالہ اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر کی تصنیف معلوم ہوتا ہے۔

(۵) [رسائل شاہ امین الدین اعلیٰ] ۳۴ر

اوراق ۵۴۔ سطور ۱۵ تا ۱۹۔ تقطیع ۱/۲ ۸ × ۱/۴ ۵ نسخ اور نستعلیق خط (دسویں صدی ہجری)

اس مجموعہ میں بارہ رسالے ہیں۔ جن میں سے بعض تو نسخی اور بعض نستعلیق رسم الخط میں لکھے ہوئے ہیں۔ سوائے ایک رسالے کے تمام خط ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ عموماً جہاں ایک رسالہ ختم ہوتا ہے اس کے بالکل بعد ہی سے

دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ اکثر رسالے نظم میں ہیں لیکن ایک دو نثر میں بھی لکھے گئے ہیں کسی بھی رسالے سے سال تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔

یہ رسالے بیجاپور کے ایک مشہور خاندان اولیاء کبار کے چشم و چراغ[1] حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ امین کے فیوضات سے ہیں۔ آپ کے دادا حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق علی عادل شاہ ثانی کے معاصر تھے۔ آپ کے والد کا نام شاہ برہان الدین جانم ہے جو بڑے بزرگ تھے۔

شاہ امین الدین اعلیٰ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ بڑے ولی کامل اور بلند پایہ صوفی تھے۔ آپ کی وفات سکندر عادل شاہ ثانی (سنہ ۱۰۸۳ ہجری سنہ ۱۰۹۷ھ) کے عہد میں ہوئی۔

عرفان، حقایق اور اسرار پر آپ کی تصانیف دکھنی اردو میں بہت سی بتلائی جاتی ہیں۔ استغراق اور محویت کے عالم میں آپ معرفت کے اسرار ارشاد فرمایا کرتے۔ جن کو آپ کے مریدوں نے ایک مجموعہ کی شکل میں جمع کیا اور اس مجموعہ کا نام "جواہر الاسرار" بتلایا جاتا ہے[2]۔ اس میں چھوٹی چھوٹی مثنویاں کثرت سے ہیں۔ اور باقی متفرق کلام ہے دو رسالوں وجودیہ اور قربیہ کا پتہ مدیر رسالہ "تاج" کے کتب خانہ سے چلا ہے۔ جن کی ابیات کی مجموعی تعداد تین سو بیالیس ہے۔

ان رسالوں کے متعلق بھی غالب قیاس یہ ہے کہ یہ شاہ صاحب ہی کی تصنیف ہیں کیونکہ ان میں اکثر مقامات پر اپنے بزرگ شاہ میراں جی شمس العشاق یا شاہ برہان الدین کی مدح موجود ہے۔ اور جب تک کوئی تحریری شہادت ان کے

---

[1] محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن حصہ اول صفحہ ۱۱۶ تا ص ۱۲۰۔ (سنہ ۱۳۳۱ھ)

[2] رسالہ "اردو" بابتہ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء ص ۲۔ "اردوئے قدیم" صفحہ ۷۷ و ۷۸

خلاف دستیاب نہ ہو یہ شاہ صاحب ہی سے منسوب کئے جانے چاہئیں یہ اسلئے بھی کہ یہ رسالے ایک دوسرے کے سلسلہ میں درج ہیں کہیں کہیں "آئین" نام بھی آیا ہے۔

(۱) ان میں سے پہلا رسالہ نظم و نثر دونو پر مشتمل ہے۔ نثر سے شروع ہوتا ہے۔

آغاز

"ہور صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح بھی اور تمام پیغمبراں کی رُوح بھی ہر یکیک احوالاں کی رُوح بھی گزرنے کی اب آگے ہونے والے کاماں ہور اب گزرتے سو کاماں اس اس طالبوں کو"

نظم کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

الٰہی کلیاں کھول حاجات کیاں
بر آوے اُمید اس مناجات کیاں
تیرا ناؤں کیلی ہر یک کنجی کا
ترا رحم مرہم ہر ایک رنج کا
کیا کر چہ سرمست اس ٹھار سوں
کہ جن نے محمد کے گلزار سوں

آگے معرفت کے نکات بیان ہوئے ہیں ایک جگہ لکھا ہے۔

"آوردہ اند کہ حضرت شاہ برہان الدین اولیا قطب الاقاق قدس سرہ العزیز نزدیک یک طالب آمد کر سوال کرد....."

سا نچا حضرت شاہ برہان
سیرت ہو کر کیتی جہان

یہ رسالہ ورق ۷۔ ب پر ختم ہوتا ہے۔

خاتمہ

کہہ رل سوتے کہہ ہوشیار
کہہ رل واصل کہہ دیدار
اس کا بھاتا اس کا ہوئے
اس کا بھاتا اس کا ہوئے

(۲) رسالہ منظوم اور نسخی تحریر میں ہے۔ آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

اوّل حمد کہوں اللہ یکہ تمام
کروں حمد تیری سو نسدن مدام
کُنت کنزاً مخفی کر مخفی ابہ ہار
پر کٹ شو جبلو ادیستار
منی (من؟) کانا نی ہذہ عاما
فہوا فی الآخرت اعما

خاتمہ

اسا قدرت کا ہے میل
قدر سوں ہے مانڈیا کھیل
نہیں شرق اس دوجا کوئی
قدرت کا چھ صاحب ہوئی
نور محمد آمین حال
ہر دم پیو سوں مانجی وصال
تو قوت صاحب لامثال

مطلکہ امین ازبر حال

(۳) رسالہ موسومہ "کشف الانوار" ۱۵ سے ۱۷ تک آغاز ہے[لہ]

.... سرّ نور

اہیں نور اور کل کا ظہور

احد نور اور واحد نور

ان بیچ وحدت وہ ہے نور

ذات صفت اور اسماں نور

افعل را احکام آثار نور

یہ سب جملہ نور قدیم

وہ حق اہیں آپ مقیم

خاتمہ

وہ سکھ جس کوں آب حیات

اس کو نائیں کد ممات

جسے نا چاکھیا پا یا جائے

دائم کیوں نا وہ پچتائے

داول جس کے اونچے بھاگ

اس کے سر پر پریم سہاگ

تمت تمام شد کتاب "کشف الانوار"

(۳) رسالہ ۱ اب سے شروع ہو کر ۱۹ اب پر ختم ہوتا ہے۔ موضوع تصوف ہے۔ یہ رسالہ حضرت خواجہ بندہ نواز کی "معراج العاشقین" سے ملتا جلتا ہے۔ بعض ابتدائے اور درمیانی حصے بالکل مطابق ہیں۔ اکثر مقامات مختلف بھی ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس رسالے اور معراج العاشقین کا ایک ہی فارسی ماخذ ہو۔

لہ یہ حصہ کرم خوردہ ہے۔

آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے تن واجب الوجود اس کا مقام شیطانی بات شریعت
ذکر جلی نفس امارہ عقل قیاس فرشتہ توکل میکائیل شہادت
سیدا منزل ناسوت دسرا تن ممکن الوجود اس کا بات طریقت
ذکر قلبی نفس لوامہ عقل وہم فرشتہ "

رسالہ دس باب پر ختم ہوتا ہے جن کی تفصیل مصنف کے الفاظ میں یہ ہے " پہلا باب توبہ کے بیان میں دوسرا باب پچھانت کرنا نفس دل روح سر نور ذات شریعت طریقت حقیقت اپر تیسرا باب وضو کا (۴) دنیا کو ترک دینا پانچواں باب ۔ تجرید و تفرید ۔ چھٹا باب اپنی پچھانت ساتواں باب عشق کا ۔ اٹھواں باب تعشق کا ۔ نواں باب فنا اور بقا ہونے کا ۔ دسواں باب صنعت کا اسی پر رسالہ ختم ہوتا ہے " معراج العاشقین " میں یہ تقسیم نہیں ہے ۔

خاتمہ رسالہ

" قولہ تعالیٰ ۔ وفی انفسکم افلا تبصرون "
خدا کھیا میں تمھارے تنا میں انکھوں دیے تمیں
دیکھتے نہیں منجے مقصود اس ایں مرید نہتی خدا کا وصل
ہور قرب ہور یکا نجے تمام ہے ہور جیکوئی مبتلائے
درد مند ہے اسے سب صحت ہے اگر کوئی عارف
اچھے تو اس میں قرآن کے تیس سپارے ہور یکسو
چودا صورتاں ان میں تمام ہیں "
تمت شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۵) "کرسی نامہ" کے نام سے ایک سجرۂ چشتیہ درج ہے۔ اس کا اگلا حصہ مفقود ہے شروع اس مقام سے ہوتا ہے "الٰہی بحرمت راز و نیاز حلقہ خلافت خواجہ نصیر الدین ابو یوسف چشتی قدس اللہ سرہ العزیز۔

خاتمہ

"الٰہی بحرمت راز و نیاز حلقہ خواجہ مخدوم سید محمد حسینی
گیسو دراز و عاشق شہباز بلند پرواز قدس اللہ سرہ العزیز
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شاہ امین الدین اعلی
قطب الاولیاء الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت باباشاہ صاحب حسینی
عاشق ربانی چشتی قدس اللہ سرہ العزیز
این کرسی نامہ در خانوادہ چشتی قدس اللہ سرہ العزیز
بعین عنایت محمد خاں عرب الملک بن شیخ اطار اللہ..

اس کے بعد سے ایک دوسرا رسالہ شروع ہوتا ہے جس کا آغاز ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پیر کون ہور
پیغمبر کون ہور خدا کون ایکچ کر دیکھے
ہور یکیچ کر جانے حضرت علی قول کہئے
"عرف ربی بربی رائت ربی بربی"
اسکا معنا حضرت کہئے میں بچھانا خدا کوں
خداتیں میں دیکھا خدا کوں خداتیں۔

اسی رسالہ میں آگے چلکر لکھتے ہیں۔

حضرت سید محمد گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز یوں فرماتے ہیں
ونفس کوں پاک کریگا تو دلکوں صاف ہونگا۔

اس کا خاتمہ یہ ہے۔

سور نفس دل رُوح سّر نور
ذات ای یک ہیں دلے ہر یک صفت پر
لونوں جدا جدا ہوتا ہے ای سب پوں
بوجھیا سو نیک بخت ہے۔ اور موحد یکانہ ہے
اے بوجھے نہیں تو وہ بد بخت ہے۔ او ملحد ہے۔
اے سب پیر کی مدت سوں باتاں ہے۔
تمت تمام شد

(۶) رسالہ ارشادات اور نکات تصوّف پر ہے۔ اس کے نو تماشے (فصول) ہیں اور ہر ایک میں ایک ایک نکتہ بیان کیا گیا ہے۔ رسالہ کا آغاز ہے۔

"سفر تماشا ظاہر و باطن دیکھنا لازم تجھ امر الست بر بحکم مختار میثاق تھے۔ بوجھ پیلا تماشا دیکھنا واجب پہلے تن کا بھو کہہ حواخمس یو کیوں مل بر تین کتیا کتے سنجو کہ پانچ اناسر"

خاتمہ

نواں تماشہ دھرا روس دیکھ سکے نا لاجہ دو مل
جلوا ایک تخت پر لذتوں کرتے راز سید علی مل
یکہ تماشا شاہ برہان کی سات
سر پر تیرے پگڑی اللہ بختوں لاکی ہات

تمام شد

تمہید کا حصہ نثر میں ہے۔ لیکن پہلے تماشے سے نظم شروع ہوتی ہے۔

(۷) "نور نامہ"

آغاز

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین۔ بداں راشدک اللہ فی الدارین بر طلب صادق مخفی ومحتجب نماند کہ حق تعالیٰ در قران مجید فرمودہ کہ

اشہد ان لا الہ الا اللہ

ہور اس کا معنا۔ خدا کہیا ہے دیا کہ تحقیق نہیں کوئی موجود جز ایمین"

اس کے بعد نور معرفت کی تجلیات کے مظاہر کا ذکر ہے۔

خاتمہ

کھتا دوسری یکہ تمیز یو ہے کو نور یکہ دریا بے پایاں ہے۔ اس پر موظاں آتیاں جاتیاں سو عرفان ہے۔ اس دریا کے بھیتر تھے موظاں پر بنیا سو ذات کا بیوہ ہے

تمت تمام شد نور نامہ (ورق ۳۴ ب)

(۸) رسالہ نکات معرفت کا ہے۔

آغاز "تمہید کتاب"

"اللہ بڑا صاحب ہے۔ اسکوں بہوت ہور نو درنا اس کے خدائی تھے دو نو عالم پیدا کرنے میں عقل کیا انکھیاں حیران ہیں۔ خدا دائم قائم ہے۔"

یہ عبارت شروع کے حصہ تمہید کی ہے اس کے بعد سے ابواب شروع ہوتے ہیں۔ "پہلی باب بصیرت اور بصارت" کے ابتدائی حصے کے بعد کتاب کا باقی حصہ غائب ہے آخری حصہ کی عبارت یہ ہے ۔

"اجلے کاغذ پر اس کالی ستراں میں
نور تو نا دیکھیں اسے مخلوق کہتے ہیں ۔
ای جیوں پہلے قرآن میں خدا لکھیا اس
قران کوں کاغذ ....

(صفحہ کے گوشہ میں ہور درج ہے)

(۹) "رموز السالکین" منظوم ہے غالباً شمس العشاق کے ارشادات کو امین نے لکھا ہے
آغاز

اللہ پاک منزہ ذات
اس سوں صفاتاں قائم سات
علم ارادت قدرت بار
سنتا دیکھتا بولنہار
ہے صفت یہ جان حیات
اس کو ناہیں کد ممات
ایسی صفاتاں سوں ہے ذات
جو نجے چیند نا چند سنگھات

اس کے بعد اس میں "وحدۃ اور نور و روح اور دل و نفس" پر بحث کی ہے۔ اور وحدۃ الوجود فراق فنا و بقا کے مسائل بیان کرتے چلے گئے ہیں اسی ضمن میں ادنیٰ اور اعلیٰ عاشق ، اور نبوت اور ولایت کا فرق

بیان کیاہے۔ خاتمہ یہ ہے جس میں کتاب کا نام اور اپنا تخلص دونو آگئے ہیں۔

دو ناؤں رموز السالکیں
سالکا پھر دیکھ کیا یقیں

....

حق کی نامنہ پکڑ یقیں
کیوں اس کوں ہوئے امیں
تمت اس تئیں کیا تمام
حق تھی بولیا حق کلام

تمت تمام شد گفتار صاحب شمس العاشق ایں کتاب "رموز السالکیں"

یہ رسالہ اور شاہ امین الدین اعلیٰ کے کلام کا کچھ حصہ انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد دکن) کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ (ملاحظہ رسالہ "اردو" جلد ۸ شمارہ ۱۲۹)

(ورق ۳۹ ب) حاشیہ پر بھی اشعار درج ہیں۔

(۱۰) رسالہ کا آغاز۔ نویں رسالہ کے آغاز کے اشعار ہی سے ہوتا ہے۔ لیکن پانچویں شعر سے دونو میں اختلاف شروع ہوتا ہے۔ مسلسل بارہ ابیات لکھنے کے بعد حدیث "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" کی تشریح شروع ہوتی ہے۔ کہ "خاصیت خاک موکل فرشتہ مہتر جبرئیل رنگ زرد وخانہ خاک تلی و در خاک افواہ است۔ رگاں اور گوشت استخوان اور پوست۔ ابری جستی پشم بر جان خاکی دم۔" (ورق ۴۱ ب پر) اس طرح رسالہ ختم ہوتا ہے۔

اتنیاں صفتاں سوں مل موس جمع ہوتا ہے۔ آخر باہر آتا
بعد چہل روز تک نور میں رہتا۔ ہور دیکھ پڑتا سورج کا
نظر اسے جانیاں۔ سو دل کا جا کا پکڑنے لکیا سو نفس معلوم

ہوتا ہے۔ اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم۔

(۱۱) شجرہ سلسلۂ چشتیہ درج ہے۔ جو حضرت علی سے لیکر حضرت خواجہ ابو محمد چشتی قدس اللہ سرہ العزیز تک ہے۔ اس کے بعد کا حصہ غائب ہے۔ ورق ۴۲ (ا و ب) پر کلمات طیبہ لکھے ہوئے ہیں۔

(۱۲) ۴۳ ا پر آخری رسالہ خط نستعلیق شکستہ آمیز میں لکھا ہوا ہے جس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پیغمبر علیہ السلام کو شبی معراج ہوا۔
پیغمبر نے پوچھے کہ سات طبق آسمان اور سات طبق زمین
کیا قدیم کیا جدید ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یا نبی ایں ہمہ جدید آفریدہ ام"

خاتمہ

شاہد بھکار اسک راس
مطلق محیط سب کے پاس
کنج مخفی ہے پیو کا ٹھار
دل میں پیو کا دیکھ دیدار
جیو میں پیو کا ہے دیکھ ٹھاوں
دونو کا ہے ایکچہ ناؤں
بندہ ہوے تو تحقیقت جان
اللہ نبی پر لیا ایمان
اللہ بندے کا ایک ہی ٹھان
مطلق دو کا ایک نشان
من عرف کو کوئی بوجھے کا

اس کو اللہ سوجھے کا
لا عبد و لا رب
تا بہا بتلانا یہاں اب

(۶) رسالہ نذیریہ ۱۲۷۷ھ

اوراق ۱۷۶ سطور ۱۶ - ۲۲ تقطیع ۸ × ۶ نستعلیق شکستہ آمیز خط بخط مصنف، تحریر ۱۲۷۷ھ اکثر مقامات میں حاشیہ پر بھی تحریر ہے

کتاب کے شروع میں ابواب اور فصلوں کی فہرست درج ہے۔ اس کے بعد ورق ۵ ب پر "اسمائے الٰہی و اعداد آنہا بہرد و حساب جفر وغیرہ" لکھے ہوئے ہیں۔ پھر ورق ۷ ب پر بطور یادداشت کے شجرہ قادریہ لکھا ہے یہ سلسلہ حضرت شاہ غلام سوسن (؟) سے شروع ہو کر ۵۰ پشت کے بعد حضرت سرور کائنات پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہی مصنف نے خود اپنا خاندانی شجرہ تحریر کیا ہے۔ جو تیسویں پشت میں خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔ اس سے مصنف کا پورا نام معلوم ہوتا ہے جو محمد امیر الدین احمد خاں ابن مجید الدین احمد خاں ہے۔

اصل کتاب ورق ۹ ا پر حمد سے شروع ہوتی ہے۔ ابتدا میں تمہید کے طور پر مصنف نے اپنے حالات لکھے ہیں۔ اور اپنا نام امیر الدین احمد ابن مجید الدین احمد فاروقی بلخی حال متوطن مراد آباد بتلایا ہے۔ اس کتاب کے ماخذ

حسب ذیل بتلائے ہیں۔

(۱) مالابدہ (۲) راہ نجات (۳) مفتاح البحث (۴) رسالۂ قاسمیہ

(۵) "رسالۂ خارجیہ کہ نظم میں ہے۔"

آغاز

"سب تعریف اللہ جلشانہ کے واسطے ہے۔ اور وہی ہے
حمد و ثنا کے لایق جو تمام کا خالق اور رازق ہے اور درود
وسلام بے حد اوپر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بخشانے والے
امت کے اور بتانے والے اچھے راہ کے اور امت پر مہربان
ہیں۔

کل آٹھ باب میں ہر باب۔ کئی کئی غیر متناسب فصلوں پر منقسم ہے۔
کتاب کا مبحث مسائل فقہ اور ادعیہ ہیں۔

خاتمہ میں لکھا ہوا ہے۔

"یہ رسالہ بپاس خاطر برخوردار نذیرالدین احمد طالعمرہ کے
نیک کرے اللہ اس کو اور اور توفیق پڑھنے اور عمل کرنے کی
اس کتاب کی دے۔ اور سب آفات سے بچائے رکھے۔
اور صاحب جاہ و حشمت کرے۔ تصدق سے اپنے حبیب
کے اور آل و اصحاب اس کے کے لکھا گیا۔ اور برخوردار
مذکور کے نام پر موسوم بہ "رسالہ نذیریہ" کیا گیا ہے۔ اور
مدد سے اللہ جلشانہ بتاریخ اٹھارویں ماہ ربیع الاول کے
شب جمعہ کو کہ انیسویں شب ہوتی چار گھڑی رات گئے
شب ۱۲۷۷ھ میں تمام ہوا یہ رسالہ فقط راقم

ھذا رسالہ اضعف العباد فقیر حقیر عاصی محمد امیر الدین احمد عفی عنہ
بمقام بلدہ مرادآباد میں تمام ہوا۔ (ورق ۱۲۶ ب)
اسی صفحہ کے آخر میں داہنے گوشہ میں "دعائے حزب البحر" اس طرح لکھا ہوا ہے کہ گویا آیندہ ورق پر وہ شروع ہوتی ہے۔ لیکن خود دعا ندارد ہے۔

(۷) سراج الایمان ۹۷ ھ

اوراق ۱۳۲۔ سطور ۱۳۔ تقطیع ۹ × ۲ نستعلیق خط غالباً
مصنف ہی کی تحریر ہے سنہ تحریر درج نہیں ہے سال
تصنیف ۱۲۰۱ھ

یہ مخطوطہ عقائد اسلام اور مسائل فقہ پر مشتمل ہے۔ جس کو ۱۲۰۱ھ میں حافظ احمد بن محمد مغربی تلمسانی انصاری نے دکھنی زبان میں تحریر کیا تھا۔ کتاب کی ابتدا میں ایک دیباچہ ہے جس میں مصنف کتاب کی تالیف کا سبب اسکا نام اور سن تصنیف بتلاتا ہے۔

آغاز

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ بوجہہ تو کہ پڑھنا عقائد اور فقہ کا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ بغیر سمجھے احکام عقائد کے ایمان آدمی کا درست نہیں ہوتا۔ اور سوائے جانئے احکام فقہ کے نماز روزہ وغیرہ جائز نہیں

آخر میں مآخذ کے متعلق بیان کرتا ہے کہ۔

اُس رسالہ میں تحقیقات مسائل کیا ہوں اور اکثر مسائل اسکے
کنز الدقائق اور نور الایضاح اور امداد الفتاح شرح اس کی
اور فتاوی عالمگیری سے لیا ہوں"

اس کے بعد غلطیوں کو معاف کرنے کی درخواست اور رسالہ سے نفع پہونچنے کی دعا پر اس کو ختم کرتا ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں ۱۲۸۱ھ کا لکھا ہوا موجود ہے (جلد دوم ص ۱۱۳۶ ۔ ۱۲۹)

(۸) فقہ المبین ۲۹۱

اوراق ۷ سطور ۱۳-۱۷ تقطیع ۸ × ۵½ خط نستعلیق
بے حد کرم خوردہ عنوانات سرخی کے ابتدائی حصہ بالکل غائب
ہے نساخ محمد ملنگ تحریر ۲۴ صفر ۱۲۲۳ھ ہجری
سن تصنیف ۱۰۸۳ ہجری

فقہ کا یہ منظوم رسالہ ہے۔ مصنف اپنا تخلص یقین بتلاتا ہے۔ اس میں ہندی مسلمانوں کے وہ تمام امور جو خلاف احکام شرع محمدی ہیں بالتفصیل بیان کئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ ان رسومات کے متعلق معلومات کا بھی بیش بہا ذخیرہ ہے۔ جو گیارھویں صدی ہجری تک تمام ہندی مسلمانوں کے درمیان مروج تھے۔ مصنف ایسے رسومات کا یکے بعد دیگرے ذکر کر کے ان کے خلاف احکام شرع ہونے کا حال بیان کرتا ہے۔ ان کے چھوڑنے پر بھی مسلمانوں کو ابھارتا ہے۔

اسلامی رسومات میں یہ رسالہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔

موجودہ حالت میں اس رسالہ کا آغاز ان ابیات سے ہوتا ہے

ہلاک ہوتے ہو کیوں محرم میں عورات

نکو[1]........ وزایشاں اور چکنات

پھر سرخی قائم کی ہے "در مذمت سماپٹے"

سماپٹے ندیو کافر مرد کی

جہنم کے ندا سو میں پڑو کی

پھر تو تمھارا دین نہ رھیکا

یقین بن تم کو اتنا کون کہیکا

اس طرح "رسم کنج عاشورہ" رسم منڈوا کہ مثل شامیانہ بوقت شادی می بندند" رتی جوکہ "رل وبھاج" کی برائیاں بیان کی ہیں۔ حقوق شوہر برزن اور "حقوق والدین" صلہ رحمی "حرمت ساحر" مذمت قمار "مذمت ریش تراشیدن" مذمت رسم تابوت والادہ" آخری عنوانات ہیں۔

رسالہ کا آخری حصہ موجود ہے۔ اس سے ہم کو مصنف کا صرف تخلص نام کتاب تعداد ابیات اور سن تصنیف معلوم ہوجاتا ہے مصنف کا تخلص یقین ہے۔ رسالہ ۱۱۸۲ھ میں لکھا گیا۔

اوپر کے تیسرے شعر میں مصنف کا صرف تخلص آیا ہے۔ اور آخری بیت سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے مصنف کے قول کے مطابق اس رسالہ میں کل چھ سو سے زیادہ ابیات تھیں لیکن باقیماندہ حصہ میں صرف ۱۰۵ ابیات موجود ہیں اور اگلے ۴۹۵ ابیات مفقود

---

[1] یہ حصہ کرم خوردہ ہے۔

چھ سو ابیات سے زائد کہا ہوں
بیان صوم و صلوٰۃ کا کیا ہوں

. . . .

یقیں فقہ المبیں کو کرے مختوم
بحق دیں پناہ و آل معصوم

خاتمہ میں تاریخ اختتام اس طرح لکھی ہے۔

صد و ہشتاد و دو الف ہجرت
بتاریخ مبارک گشت تمت

(۹) فقہ محفوظ خانی ۱۰۴

(فقہ محفوظ خانی کے ساتھ آئندہ دو نو رسالے مجلد ہیں)

اوراق ۱۶۷، سطور ۱۳۔ تقطیع $\frac{1}{2}$۱ ×۷ × ۶ نسخی خط کرم خوردہ

تحریر ۱۴ شعبان ۱۱۹۹ ہجری

(۱) **فقہ محفوظ خانی**۔ جس طرح نام سے ظاہر ہے یہ مخطوطہ فقہ کے موضوع پر اور دکھنی زبان کی ایک مثنوی ہے۔ یہ قدر عالم بن بدر عالم کی تصنیف ہے جو ۱۱۹۹ہجری میں لکھی گئی۔ کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ سے مصنف کے نام کا پتہ ملتا ہے یہ نسخہ محمد محفوظ خاں بن کریم خاں کے نام سے موسوم ہے اس کے اگلے اوراق جو تمہید سے متعلق ہیں غائب ہیں۔ تمہید سے صرف ذیل کا حصہ باقی ہے جہاں سے اس مخطوطہ کا آغاز ہوتا ہے۔

اچھے دسویں جمادی الثانی آغاز
یہ پندرہ باب ایکسو دو فصل ساز
در ایمان گوید
فصل اول لوازمات ایمان گوید۔ قال اللہ تعالےٰ
الم ذالک الکتاب لاریب فیہ..... ہم المفلحون
نظم بریں مضمون
کہا اللہ بزرگ ہوں سب سے دانا
ہر اک شئے کو بنایا سب کا بینا
سمجھتا بوجھتا ہوں میں ہر اک شئے
ہوں خالق سب کا ہے مج میں یو سب شئے

کتاب پندرہ ابواب پر منقسم ہے جن میں ایمان تربیت اولاد ارکان اسلام نماز وضو غسل تیمم روزہ زکواۃ ذبیحات نکاح اور امر و نہی شرک و کفر کے متعلق شرعی احکامات بیان کئے گئے ہیں۔ کہیں کہیں تشریح کی غرض سے نثری ٹکڑوں کا بھی استعمال ہوا ہے جن میں کا ایک نمونہ یہ ہے۔

"یکدم میں بولتے وقت دو کانوں میں کی
انگلیاں رکھنا" اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا۔ صاف
دونوں لفظ معلوم ہوئے سر یکا بولنا"

خاتمہ

عربی فارسی میں اس کا مقصود
لے آیا اس میں مسئلے سب تو موجود

اس کے بعد کتاب کی تالیف کا سبب یوں بیان گیا ہے۔

سبب محفوظ خاں کے یو کتابت
مرتب فضل حق سوں کر شفقت
کہ تا جگ میں رہے یو یادگاری
دعا دیوے سنے سو سب ہزاری

آگے محفوظ خاں کے لئے خدا سے دعا کی گئی ہے کہ اے خدا تو اس کو نیک توفیق عطا کر اولاد صالح سے سرفراز کر وغیرہ۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کا جو نسخہ موجود ہے سنہ ۱۲۰۶ھ کا لکھا ہوا ہے۔ (عدد ۳۰۶ فن فقہ حنفی جلد دوم ص ۱۴۲)

ترقیمہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خود مصنف ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ کیونکہ اس کی کتابت کا سن وہی ہے جو تالیف کا ہے۔

"ایں کتاب فقہ محفوظ خانی برائے خادم الفقرا محمد محفوظ خاں بن کریم خاں شرین (؟) در نظم دکھنی تصنیف دادہ شد فضل اللہ علیہ وعملہ ایں مسودہ بہ دہم جمادی الاول آغاز نمودہ بہ شب چہاردہم شعبان المعظم مرتب شد سنہ ۱۱۹۹ھ نظر ثانی بگذاشت۔

---

(۲)۔ خلاصہ الگیلانی

(گزشتہ رسالہ کے ساتھ مجلد ہے)

اوراق ۱۸ سطور ۱۳ تقطیع ۷½ × ۶ نسخی خط

یہ کتاب بھی اسی کاتب کی لکھی ہوئی ہے جس نے فقہ محفوظ خانی کو لکھا ہے۔

لیکن کہیں بھی مصنف کے نام سن تصنیف اور دوسرے ضروری امور کا پتہ نہیں چلتا۔ کتاب سوال وجواب کی شکل میں لکھی گئی ہے۔ اور موضوع مسائل شرع ہیں ناصیہ ورق ۱ الف پر درج ہے۔

"این کتاب خلاصۃ الگیلانی"

آغاز

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا محمد و الہ واصحابہ اجمعین بدانکہ اسعدک اللہ تعالیٰ فی الدارین۔

اگر تجکوں پوچھے کہ (سرخی میں) تو مسلمان ہے جواب بول الحمد للہ۔ سوال اگر تجکوں پوچھے کہ الحمد للہ کا کیا معنی ہے ....

خاتمہ

"اگر چار رکعت نیت بندھا ہوئے تو التحیات عبدہ ورسولہ لگ پڑنا اسے دجہہ سوں دو رکعت کرنا۔ دوسری بیٹھک میں التحیات سارا پڑنا۔ ہور سلام پھرانا۔

تمت تمام شد کار من نظام شد۔

ترقیمہ کی تحریر موجود نہیں ہے۔

(۳)۔ احکام الصلوٰۃ

(گزشتہ دو نو رسالوں کے ساتھ مجلد ہیں

اوراق ۴۲ سطور ۱۳ تقطیع $\frac{1}{2}$ ۷ × ۶ نستعلیق خط

اس نام سے کئی رسالے دکنی نظم اور نثر میں لکھے گئے جن میں سے بعض خود اس مجموعہ میں شامل ہیں۔

اس رسالہ کے شروع صفحہ میں بھی گزشتہ رسالے کی طرح ناصیہ صفحہ پر "یہ کتاب احکام الصلواۃ" لکھا ہے۔

مصنف کا نام سن تصنیف اور کاتب کے نام کا پتہ نہیں چلتا۔ اس مخطوطہ کے ساتھ آخر میں تین اوراق پر بزبان فارسی غسل، وضو لباس وغیرہ کے احکام اور اداب لکھے ہوئے ہیں۔

آغاز

"الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلواۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اگر کوئی تجے پوچھیکا مسلمان کدہاں سوں ہوا بول کہ روز میثاق سوں اگر پوچھے کہ روز میثاق کسے کہتے ہیں بول کہ روز میثاق او ہے اللہ تعالیٰ ذریتوں کو پیدا کیا انو کو عقل دیا ہور شعور دیا۔ پوچھیا کہ الست بربکم۔۔۔"

خاتمہ

ہر ایک چیز بازار میں کھانا مکروہ ہے اور کھانا کھانے کے درمیان چہار مرتبہ پانی پینا منع ہے۔ اور نوالہ لیتے وقت کلمہ کی انگلی جدا کرنا منع ہے۔ تمت تمام شد۔ تحریر فی التاریخ دوم شہر رجب"

آخری دو اورق پر ایک نظم "چرخہ وجودی" کے عنوان سے اردو زبان میں لکھی ہے۔ جس کے پہلے اور آخری دو شعر یہ ہیں۔

سہیلی با نو تنکاری چرخہ
کار وغفلت کاری کہہ کہ

چھوڑ دنیا کا خرقۂ ریا
ہر دم اللہ اللہ نبی ہمارے صلی اللہ

....

چرخہ نامہ توں باندی
توں تو ہے درویش گھر کی باندی
توں محمود پور میں ناندی کے
ہر دم اللہ اللہ نبی ہمارے صلی اللہ

(۱۰) فقہ ہندوی ۴ ل ۸

اوراق ۱۷ - سطور ۱۵ - تقطیع ۱۰ × ۶ $\frac{1}{2}$ نستعلیق شکستہ آمیز خط نساخ کا نام درج نہیں ہے سنہ تحریر ۱۲۶۲

شرعی مسائل کے بیان میں منظوم رسالہ ہے۔ شروع سے پانچویں شعر میں مصنف اپنا نام "عبد واہین" بتلاتا ہے۔ کتاب حمد سے شروع ہوتی ہے۔ جس میں ان تمام امور کی صراحت کی گئی ہے۔ جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کے بعد فصول واجبات ایمان بیان اسلام وضو اور اس کے متعلق احکامات استنجا نماز حج کے مسائل پر باالترتیب بحث کی گئی ہے۔

فقہ ہندوی ۱۰۷۰ھ کی تصنیف ہے۔ اس کا ایک مکمل مخطوطہ جو شیخ محمد بجران صاحب کے پاس دیکھا گیا ہے، اس میں سن تصنیف کا یہ شعر زیادہ ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ اورنگزیب کے عہد میں لکھا گیا۔

سن یکہزار چوہتر میں بیچ رمضان
اورنگ زیب کے وقت میں نسخہ ہوا تمام

"فقہ ہندوی" کا ایک نسخہ کتب خانہ جات شاہ اودہ میں بھی تھا جس کا ذکر اسپرنگر نے اپنے مرتبہ کٹلاگ میں کیا ہے۔ لیکن اس کا ذکر "محشر نامہ" محمد جیون کے ذکر میں آگیا ہے۔ مرتب نے فقہ ہندوی کو محشر نامہ کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے چنانچہ وہ محشر نامہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"محشر نامہ" محمد جیون کی مثنوی ہے حشر کے واقعات پر۔ اس میں اہل سنت و جماعت کے عقائد بیان ہوئے ہیں "محشر نامہ" جو واقعات حشر سے متعلق ہو اس میں مسائل شرع کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟ یہ دو مختلف موضوع ہیں۔ آگے چلکر آخری حصہ دیکھنے کے بعد اسپرنگر کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ "محشر نامہ" نہیں ہے اسی لئے وہ لکھتے ہیں۔

"میرا قوی شبہ ہے کہ اس کا نام "محشر نامہ" نہیں ہے۔ بلکہ فقہ ہندی ہے ایک دوسری تصنیف اسی مصنف کی "محشر نامہ" کے نام سے موسوم ہے۔"

گویا ان کی تحقیق کے مطابق "محشر نامہ" اور "فقہ ہندوی" ایک ہی چیز نہیں ہے۔ بلکہ ایک ہی مصنف کی دو مختلف کتابیں ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ کیونکہ جیسا اوپر کی تفصیل سے ظاہر ہے "محشر نامہ" محمد جیون کی تصنیف ہے۔ اور "فقہ ہندوی" کا مصنف عبد والئین ہے۔ جو اورنگ زیب کے عہد کا ایک شاعر تھا۔

اسپرنگر کو یہ سہو اس وجہ سے ہوا ہے کہ ان کے زیر نظر مخطوطے میں یقیناً "محشر نامہ" اور "فقہ ہندوی" ایک ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اسی لئے پہلے حصہ کو انھوں نے صحیح طور پر "محشر نامہ" محمد جیون لکھکر آخر میں "فقہ ہندوی" کو بھی

غلطی سے اس میں شامل کر لیا۔ اور یہ لکھدیا ہے کہ۔

"اس میں (محشر نامہ) میں عقائد و مسائل اہل سنت بیان ہوئے ہیں"

مسائل شرع اور عقائد اہل سنت "فقہ ہندوی" کا موضوع ہیں۔

ہمارے اس خیال کی تائید خود اسپرنگر کی تفصیل سے ہوتی ہے کہ "محشر نامہ" کے ذکر میں انھوں نے پہلا شعر تو "محشر نامہ" ہی کا لکھا۔ لیکن آخری شعر "فقہ ہندوی" کا نقل کر دیا جو محشر نامہ کے آخر ہی میں منسلک تھی[۱]

آغاز

حمد و ثنا سب رب کو خالق کل جہاں
لایق حمد و ثنا کے اور نہ کوئی جان
علم و شریعت نال کے بھیجے پاک رسول
جو کچھ بھیجا رب نے سب ہم کیا قبول
یا رب اپنے کرم سوں بیحد بھیج درود
نبی محمدؐ مصطفےٰ تسوں خوشنود
بھیجو اس کے آل پر اور اصحاب پر تمام
تس بھیجو احباب پر بہت درود و سلام
کتنے مسٔلے دیں کے عبد و کہے امین
فقہ ہندوی زبان پر بوجھو کرو یقین

خاتمہ

مصرف زکوٰۃ سات ہیں تنکو بھی پہچان
فقیر مسکین رہگذر اور غازی جان

---

[۱] ملاحظہ ہو فہرست کتب خانہ جات شاہ اودھ۔ جلد اول ۲۲۲

فقہ ہندوی کو موناں آنور زباں پر یاد
صلہ آوے دین کی مول نہووے فساد
تمام شد۔ آمین رب العالمین

(۲) "فقہ ہندوی" جہاں ختم ہوتی ہے وہیں (ورق ۱۷ ب کے درمیان) سے دوسرا نثر کا رسالہ شروع ہوتا ہے۔ جس میں بسم اللہ اور کلمہ طیبہ کی تفسیر درج ہے آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

شروع کرتا ہوں اس کام کے تئیں
سات نام اللہ تعالیٰ الرحمٰن اور ایسا اللہ جو رحمان ہے۔
معنی رحمان کے یہ ہیں جو رزق دینے والا بیچ اس جہان کے
سب مخلوقات کو۔ الرحیم اور ایسا اللہ جو رحیم ہے۔ اور معنی
رحیم کے یہ ہیں جو مہربانی کرنے والا ہے۔ بیچ آخرت کے مسلمانوں
پر نہ کافروں پر۔

(۳) ورق ۲۲ الف کے بعد ایک اور رسالہ فارسی زبان میں ہے جس میں کلام مجید کے ہر حرف کو پڑھنے کے قاعدے بتلائے گئے ہیں رسالہ نماز اور جنازہ کی دعاؤں پر ختم ہوتا (۲۳ ب) ان رسالوں کی تاریخ تحریر ۹ رجادی الاول ۱۲۶۲ھ ہے

(۱۱) کنز المومنین (۹۱۴)

اوراق ۱۰۶ سطور ۱۷۔ تقطیع ۱۱ × ۶½ نستعلیق شکستہ آمیز
خط بے حد کرم خوردہ نساخ میر تاج الدین ولد سید قاسم

تحریر ۱۲۔ صفر ۱۲۵۷ھ دوشنبہ۔ مقام تحریر شہر کھم۔

یہ رسالہ عابد شاہ حسینی کی تصنیف ہے۔ جو بقول مصنف "یوسف روحانی عابد شاہ حسینی" کے مرید ہیں۔ تمہیدی حصے میں مصنف نے اس کا ذکر کیا ہے۔

کتاب کی زبان دکھنی ہے۔ اس کے ماخذ مصنف نے عربی اور فارسی کی حسب ذیل کتابیں بتلائی ہیں۔

(۱) کنز المومنین (۲) مفتاح الصلوات (۳) کفایت الاسلام (۴) کفایت العباد (۵) تحفتہ الجواہر (۶) تحفتہ النصائح (۷) فتاوی (۸) کتاب الاخبار (۹) ہزار مسائل (۱۰) محیط کاخ (۱۱) کنز العباد (۱۲) کنز ابتیان (۱۳) شرح وقایہ و (۱۴) ہدایہ (۱۵) بحر فایق و (۱۶) رائق (۱۷) مشکات (۱۸) تفسیر حسینی (۱۹) تفسیر جواہر و (۲۰) قاضی خاں (۲۱) منہاج الانوار (۲۲) لطائف شاہی (۲۳) کشف الحقائق (۲۴) فتاوی ملتفت

کتاب انیس ۱۹ ابواب پر اور ہر باب کئی کئی فصلوں پر منقسم ہے جن کی مجموعی تعداد مصنف نے "ستر پر تین" بتلائی ہے۔ مشتملات کی تفصیل پورے دو صفحوں پر حاوی ہے ان میں مسائل شرعیہ اور مسائل معرفت کا بالتفصیل ذکر ہے۔ جیسا کہ خود مصنف لکھتا ہے۔

"علم شریعت علم معرفت پر جملہ اس کتاب میں انیس باب ستر پر تین فصل ہیں۔"

جو مشرکانہ عقائد دیگر اقوام سے میل جول بڑھنے کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمانوں میں پھیل گئے تھے۔ ان کی برائیاں دکھا کر ان کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آغاز

حمد باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔

"الحمد للہ رب العالمین۔ سرانا اور تعریف کرنا سزاوار ہے
اللہ تعالیٰ کو۔ اور پیدا کیا ہے تمام خلقت کو من بعد نعت
شفیع الامم ختم المرسلین سرور احمد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
جس کی شان میں اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک"

خاتمہ

لوکاں کو دکھانے نماز روزہ کرنا کفر ہے اور درد کیو اسطے دیو
کا پوجا کرنا کفر ہے اور غیب کی باتاں کرنا کفر ہے۔ اور مریض
موت منگنا کفر ہے۔ اور خوب آدمی بھی موت منگنا کفر ہے۔

ترقیمہ

بقلم میر تاج الدین ولد سید قاسم قبلہ فی التاریخ دوازدہم ماہ صفر المظفر
روز دوشنبہ بوقت اوسط عصر و مغرب در شہر کھم تحریر یافت ۱۲۵۷ھ"

اس عبارت کے بعد ہی ایک خوشنما مہر "اعظم علی خاں" کی لگی ہوئی ہے
جو غالباً اس مخطوطہ کے مالک تھے۔ مہر سنہ ۱۲۸۳ھ ہے۔

(۱۲) مجموعہ رسائل فقہ (م ل ۱۰)

اوراق ۱۹۰۔ سطور ۱۳۔ تقطیع ۱۱ × ۵ نستعلیق شکستہ آمیز خط کاغذ دیسی
کاتب بھلول خاں باشندہ سرکار علاقہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد سنہ کتابت ۱۲۲۴ھ
اس مجموعہ میں کل آٹھ رسالے ہیں جو مختلف لوگوں کی تصنیف سے ہیں۔ ایک

رسالہ جو ایک سے ۲۲ صفحات پر مشتمل تھا غائب ہے موجودہ مجموعہ تیئیسویں صفحہ سے شروع ہوتا ہے تمام رسالے ایک ہی شخص کے لکھے ہوئے ہیں۔

(۱۱)۔ **ہزار مسئلہ**۔ (ورق ۲۳ ب سے ۷۷ ب تک) اس رسالہ میں وہ ہزار مسئلہ نثر میں بیان کئے گئے ہیں جو عبداللہ بن سلام خیبر کے یہودیوں کے نمائندے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کئے تھے۔ ہر مسئلہ کے ساتھ اس کا جواب لکھا ہے جو آنحضرت نے ادا فرمایا تھا ہر مسئلہ کا آغاز سرخی سے ہوتا ہے۔ اور عبداللہ بن سلام "یا صرف" "عبداللہ نے کہا" کے جملے سے نئے مسئلہ کی ابتدا کی جاتی ہے آخری مسئلہ کے جواب کے بعد سائل اور اس کے تمام ساتھی مسلمان ہو جاتے ہیں۔

آغاز

"الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام
علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
محمد پران کے آل پر اور اصحابوں پر اور سب خاص اُمتاں پر
اور منہج حدیث کے آیا ہے جعفر عبداللہ سے اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سے یہ روایت عالم معنی ظاہر ہوا ہے

خاتمہ

"جو کوئی یہ کتاب پڑھے گا اور سنیگا حق تعالیٰ اس کوں جزا
دیوے گا۔ اور شہادت نصیب کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ
فضل و کرم سوں اپنے خدا تعالیٰ کے دلاں سب مومناں کے
اور مسلماناں کے شہادت سے شاد ہوئینگے برکت سے اس
ہزار مسئلہ کے باللہ العظیم وبہ نستعین بفضل وکرم الہ العالمین
تمم آمین

(۲) - تحفۃ الاسلام (ورق ۷۸ ب سے ۹۱ ا تک) - رسالہ کے مصنف کا حال معلوم نہیں ہوتا - تحریر کے اعتبار سے یہ رسالہ انیسویں صدی کے ابتدائی نصف سے معلوم ہوتا ہے - کوئی تعجب نہیں کہ یہ اور گزشتہ رسالہ ایک ہی شخص کی تصنیف ہو -

اس رسالہ کا موضوع بھی فقہ ہے - اس کا آغاز گزشتہ رسالہ کی طرح اور اسی دعا سے ہوتا ہے - اس کے بعد کی تحریر یہ ہے -

"جو جہہ تو نیک بخت کرے تو تجکو اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں
جو یو رسالہ تحفۃ الاسلام کو کیتک مسائل معتبر کتاباں سوں چنکر
نکالے ہیں" -

خاتمہ

"یو کتاب تحفۃ الاسلام ہے - اس کو یاد رکھنے سے فایدہ
مسلمانی میں حاصل ہوتا ہے - اور نہیں تو وہ مسلمانی سے
باہر ہے تحفۃ الاسلام اب سب یہ تمام ہوئی" -
تمام شد - کار من نظام شد

(۳) - کشف الخلاصہ - (ورق ۹۲ ب سے ۱۱۲ ب تک)

یہ مولوی سید شجاع الدین صاحب قادری مرحوم کا منظوم رسالہ ہے جو "کشف الخلاصہ" کے نام سے بے حد مشہور ہے - اس کی کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں -

مولوی سید شجاع الدین صاحب دکن کے ایک مشائخ خاندان سے تھے علوم اسلامیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے - کئی کتابیں فارسی اور دکھنی اردو میں لکھیں لیکن "کشف الخلاصہ" کی طرح کسی کو بھی مقبولیت عام حاصل نہیں ہوئی -

حضرت مولانا شجاع الدین صاحب قدس سرہ العزیز کی پیدائش برہان پور میں ہوئی۔ آپ کے والد سید کریم اللہ خاں اپنے زمانہ کے بڑے جید علماء میں سے تھے۔ برہان پور آپ کا وطن تھا۔ پردادا مولانا میر محمد دائم بھی علم و فضل میں شہرہ آفاق تھے۔

اپنے نانا کے انتقال کے بعد حضرت شجاع الدین صاحب حیدرآباد چلے آئے۔ یہیں اسلامی علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔ نواب محمد فخر الدین خاں بہادر شمس الامراء نے پچاس روپیہ ماہوار وظیفہ جاری فرما دیا تھا۔ اسی پر گزر اوقات ہوتی تھی آپ جامع مسجد میں رہا کرتے جہاں ملک کے بڑے بڑے امرا اور فضلا آپ سے ملنے اور آپ کی فیض صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے[1]۔

آپ کی تصنیفات[2] دس بارہ سے زیادہ اور عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں موجود ہیں غزلیں اور قصائد ان کے علاوہ ہیں۔ لیکن "کشف الخلاصہ" کی سی مقبولیت اور شہرت عام کسی دوسری تصنیف کو نہیں حاصل ہو سکی اب تک اس کے بیسیوں اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ تمام گھروں اور مدرسوں میں لڑکے اور لڑکیاں اس کو ورد زبان رکھتی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہر دلعزیز تصنیف کسی فارسی رسالے کا ترجمہ ہے جس کا نام "خلاصۃ الفقہ" تھا مصنف نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کی کل ابیات کی تعداد (۳۸۲) ہے اور سال تصنیف ۱۱۵۶ھ ہے جو خود نام کتاب "کشف الخلاصہ" سے نکلتا ہے[3]۔

---

[1] مناقب شجاعیہ۔ مصنفہ محمد امیر اللہ (۱۳۰۰ھ) صفحہ ۵ سے ۶۲ محبوب ذو المنن تذکرہ اولیائے دکن ص ۱۰۰۲

[2] آپ کا غیر مطبوعہ کلام آپ کے پرپوتے مولوی کامل پیر مظہر علی صاحب کے پاس محفوظ ہے جو مرتب کی نظر سے گزرا ہے تصانیف کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مناقب شجاعیہ ص ۶۲ - ۶۵

آغاز

سب ثنا ہے حضرت رحمان کو
جان و عقل و دیں دیا انسان کو
فضل سے اپنے ہمیں قرآں دیا
اس میں امر و نہی سب روشن کیا
عقل دے کر فقہ سمجھایا ہمیں
راہ وہ نیکی کی بتلایا ہمیں

خاتمہ

آل و اہل بیت و اصحاب اجمعین
تابعیں اور بعد تبع تابعیں
بعد ازاں سب مومناں و مومنین
استجب مولائے رب العالمین

(۴)۔ وفات نامہ حضرت رسالت پناہ صلعم

مصنف کا نام معلوم نہیں۔ سنہ تصنیف خود مصنف نے ۱۱۱۱ھ بتلایا ہے۔

ہوا نسخہ یہ ہجرت بعد سارا
ہوا برس ال گیارہ یہ گیارہ
دیا توفیق اپنے فیض سے اب
کیا اس پرمے میں نصیر مرتب
الٰہی جو لکھا یہ خط یکسر

عطا دیدار کر تیرا سراسر

رسالہ منظوم دکھنی زبان میں ہے اس میں آنحضرت کی ہجرت کے بعد سے وفات تک کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

آغاز

بیان اول کروں حمد خدا میں
زبان اوپر اس کی ابتدا میں
کیا قدرت سوں ظاہر اپنی قدرت
بنا کر جگ دکھایا اپنی حکمت

....

ہر ایک دکھنی زبان پہٹر کو بوجھے
نہ وہ محتاج کس کا آب بوجھے

خاتمہ میں مصنف نے رسالہ کی کل ابیات کی تعداد ۲۲۲ بتلائی ہے

یہ بیتاں ہیں دو صد بست و دو پر

خاتمہ

الٰہی بحق نبی کریم
بخش محمدؐ کی امت کوں تو رحیم
تمت تمام شد کار من نظام شد

تحریر بہلول خاں ہی کی ہے۔ لیکن دوسرے تمام رسالوں کے برخلاف یہاں کاتب نے ترقیمہ نہیں چھوڑا۔

(۵)۔ **وفات نامہ خاتون جنت** (ورق ۱۲۱ ب سے ۱۲۵ ب تک)

اس رسالے میں حضرت خاتون جنت کی وفات کے حالات

درج ہیں۔ اس کا سال تصنیف سنہ ۱۲۲۲ھ ہے

آغاز

کیا ابتدا میں بنام خدا
کہ مارے جلاوے وہ پالے سدا
محمد نبی سید المرسلیں
حبیب خدا رحمت العالمین

خاتمہ

الٰہی دعا کو تو کرنا قبول
ز برکت محمد و آل رسول
محمد ترے چار یاراں امام
دگر پنجتن پاک عالی مقام

(۶)۔ **کنز المسائل**۔ (ورق ۲۶ الف سے ۱۳۴ ب تک) مصنف کا نام اور حال کچھ نہیں ملتا۔

کتاب کا موضوع فقہ کے مسائل ہیں۔ کتاب ۲۹ محرم سنہ ۱۲۶۵ھ کی لکھی ہوئی ہے

آغاز

خدا کی ثنا اور صفت کہہ تمام
کہوں میں نبی پر درود و سلام
صفت پھر کروں میں آل و اصحاب کی
کہ تابع ہیں ان کے سبھی امتی

خاتمہ

نظر جب کرے تو کہے یہ قصہ مختصر

دعا سے اس عاجز کے تئیں یاد کر
سخن کر ہوا میرا سراپا خطا
بزرگوں سے ہے چشم لطف و عطا
کیا میں نے اس مختصر کو تمام
محمد نبی پر درود و سلام

(۷)۔ احکام الصلوٰۃ (ورق ۱۳۵ ل سے ۱۴۳ ب تک) یہ کتاب غرہ صفر ۱۲۶۵ھ کو لکھی گئی ہے۔

آخری شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا نام شیخ صاحب تھا۔

کیا شیخ صاحب فرض کا بیان
مسلمان مومن پر ہوئے عیاں

آغاز حمد سے ہوتا ہے جس کے دو شعر حسب ذیل ہیں۔

اول حمد بولوں بنام خدا
ثنا اور صفت اسکی کرنا ادا
ثنا اور صفت سوں او ہے غنی
سزا وار اس کو یو کبر و سنی

اس کے بعد مسائل شروع ہوئے ہیں۔

(۸) معراج نامہ۔ (ورق ۱۴۴ ب سے ۱۴۶ ب تک) گزشتہ رسالوں کے کاتب بہلول خاں ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا رسالہ ہے اور سید بلاقی کا تصنیف کردہ۔

سنہ تصنیف کا پتہ نہیں چلتا۔ اس کا سنہ کتابت ۱۲۶۵ھ ہے اور یہ ان ابیات سے ظاہر ہوتا ہے جو بہلول خاں نے ترقیمہ میں اپنی عادت

کے خلاف صرف اس سالہ کے آخر میں موزوں کئے ہیں۔

ان میں کاتب کا نام سکونت اس شخص کا نام جس کے لئے یہ کتابت سرانجام پائی اور سن کتابت تمام امور نظم میں لکھے ہیں جس کی آخری بیت یہ ہے۔

کہ سن یہ اس کا تمہیں دیکھ لو

یکہزار دو سو پینسٹھ ہجری کہو

کتاب کا موضوع معراج ہے۔ آغاز حمد (تاریف باری تعالیٰ) سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد معراج کے تمام واقعات فرداً فرداً بیان کئے گئے ہیں اس واقعہ کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمام اصحاب سے رات کا واقعہ بیان فرمایا تو اس وقت ایک یہودی بھی اس کو کھڑا سن رہا تھا۔ اُس نے آنحضرت کی تکذیب کی اور گھر چلا گیا۔ اس پر خدا نے اس کو معراج کی حقیقت سمجھائی چاہی۔ چنانچہ جب وہ پانی پینے دریا پر گیا گھڑا کنارے رکھکر غسل کرنے کے لئے پانی میں غوطہ لگا کر نکلتا ہے تو اپنے آپ کو ایک مہ جبین عورت کی شکل میں پاتا ہے ایک مرد زبردستی اس کو پکڑ کر اپنے مکان لے جاتا ہے۔ عرصہ تک یہ دونو یکجا رہتے ہیں یہودی کو مرد کے بطن سے (۷) لڑکے بھی پیدا ہوے ہیں۔ اس کے بعد ایک روز اس کو پھر دریا پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہ نہاتا ہے۔ اور غوطہ لگاتے ہی مرد کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ فوراً گھڑا لیکر مکان کی طرف جاتا ہے۔ گھر پہنچتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی عورت مچھلی دھونے بیٹھی تھی ویسی ہی بیٹھی ہوئی اس کے دیر تک واپس ہونے پر پریشانی کے آنسو بہا رہی ہے وہ حیران ہوا۔ اپنے واقعات لوگوں کو سنائے اور سب نے اس کو بیوقوف بنایا آخر کار چپکا ہو رہا۔ اور حضرت رسول انور کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

آغاز

اول نام اللہ سو بولوں احد
ثنا و صفت اسکی ہے بے عدد
ثنا اس اوپر نت ہزار بار ہے
کرنہار قدرت میں کرہار ہے

خاتمہ

جو سید بلاتی نبی کا غلام
قصہ یو کیاں میں لطف سوں تمام

"معراج نامہ" کے تین مخطوطے کتب خانہ جات شاہان اودھ میں موجود تھے جن میں سے ایک توپخانہ میں تھا اور دو موتی محل میں (ملاحظہ ہو فہرست مرتبہ اسپرنگر ص ۶۱۰)

(۹)۔ نور نامہ

یہ رسالہ حضرت شاہ عنایت کی تصنیف ہے جو نواب مغفرت مآب آصف جاہ بہادر کے معاصر تھے آپ بلند پایہ درویش تھے۔ لیکن وضع عام درویشوں سے نرالی تھی۔ ٹاٹ کا جبہ پہنتے تھے جس وجہ سے "ٹاٹ شاہ" نام پڑ گیا تھا لوگ آپ کے بڑے معتقد تھے آپ کی یہ حالت تھی کہ جو کچھ ملجاتا اس کو غریبوں اور مسکینوں میں بانٹ دیتے۔

علم ظاہری سے زیادہ علوم باطنی میں دستگاہ کامل حاصل تھی جب آپ اورنگ آباد تشریف لے گئے تھے تو وہاں کے جید عالم مولانا قمر الدین آپ کے معتقد ہوئے۔ آپ کا انتقال ۱۱۵۵ھ میں ہوا[۱] اس رسالہ کی

۱؎۔ محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن۔ جلد اول۔ ص ۵۹۶ اور "تاریخ گلزار آصفیہ" ص ۳۵۳۔

تصنیف کا سال خود مصنف نے ۱۱۱۱ ہجری بتایا ہے اور یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ یہ کسی زبان کے رسالے کا ترجمہ ہے۔ جو نثر میں تھا۔

رسالہ کا موضوع نور انور آنحضرت صلعم پر جس قدر دور گزرے ہیں انکی تفصیل ہے۔ آغاز حمد سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد "حکایت وحی" کے عنوان کے تحت بتلایا ہے کہ ایک روز جبرئیل سے آنحضرت کی گفتگو ہوئی جبرئیل علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اپنے نور سے کن کن چیزوں کی پیدائش ہوئی آنحضرت کے دندان مبارک کی تعریف کے بعد "خاتمہ" کا عنوان ہے جس میں "نور نامہ" کی اہمیت بتلائی گئی ہے۔

آغاز

الٰہی کرنہار کرتار توں
سنوارا ہے قدرت سوں سنسار توں

خاتمہ

اتھا نور نامہ نصر
سو دکھنی کیا شعر میں سربسر
تخلص میرا ہے عنایت وشاہ
مرا جد ہے مجکوں محمد پناہ
میرا پیر حضرت حسین شاہ ہے
محی الدین کا خاص اولاد ہے
مرتب کیا "نورنامہ" تمام
بحق محمد علیہ السلام
کہ ہجرت نبی تھے ہزار ایک صد

تھی ایکیارا انھے سال ہوا ہے یوتد
ہزاراں درود اں ہزاراں سلام
بحق محمد علیہ السلام

ترقیمہ سے اس رسالے کی کتابت کی تاریخ ۱۹ ماہ صفر سنہ ۱۲۶۵ھ معلوم ہوتی ہے۔

(۱۳) ہدایت الہندی (۴ ر ۱۱)

اوراق ۱۰۷ سطور ۱۳ تقطیع ۶ × ۸ ¾ نستعلیق شکستہ آمیز
خط ابتدائی اوراق غائب ہیں ولایتی رنگین کاغذ ناسخ
سید مبارک حسین ساکن ترچناپلی سنہ تحریر ۱۲۶۱ھ

یہ مثنوی دکھنی زبان میں مسائل فقہ پر لکھی گئی ہے۔ اگلے کچھ اوراق غائب ہیں۔ آغاز اس بیت سے ہوتا ہے۔

نہ قد ہور صورت نہ شکل و شبی
نہ کھنہ نوا کوئی نہیں اس کبھی
نہ دبلا نہ موٹا نہ کوتاہ دراز
نہ جوہر مرکب نہ جسم و فراز
نہ نیست ہو دیگا نہ جوڑا نہ تول
مثال اسکا کس بہانت ہیں نا تول

غالباً مفقود اوراق میں مصنف نے کتاب کی تالیف کا سبب خود اپنا نام اور دیگر امور بیان کئے ہوں گے۔ موجودہ اوراق میں کہیں ان امور کا

پتہ نہیں چلتا۔ آخر میں بھی خاتمہ کتاب کا عنوان نہیں ہے جس سے متعلقہ امور کچھ روشنی پڑ سکتی۔

خاتمہ

وے صبر اور شکر کوں لے آیئے
تو پاویگا عزلت میں جو یوں ملکے

اصل کتاب کے خاتمہ پر ترقیمہ میں کتاب کے متعلق جو کچھ بھی موجود ہے۔ اس کی نقل یہ ہے۔

"لکھی گئی یہ کتاب مسمی" ہدایت الہندی" واسطے مرتضیٰ خان
صاحب کے اور راقم اس کا سید مبارک ساکن ترچناپلی
اور تمام پائی یہ کتاب فی التاریخ دوسری ماہ ذیقعدہ ۱۲۶۱ھ
نبوی صلعم

آخر میں چند اوراق پر ایک اور رسالہ عربی زبان میں کلمات طیبات نماز روزہ پر لکھا ہے۔

(۲)

تصوّف

(۱۴) باغ ارم ۔(۶ب ۱)

اوراق ۲۰۹ سطور ۱۱ ۔ تقطیع ½ ۸ × ½ ۵ نستعلیق شکستہ آمیز خط کا غذ دیسی غالباً مصنف ہی کی تحریر ہے۔

ترقیمہ میں صرف اس قدر لکھا ہے۔

بفضلِ تعالیٰ حسن اتمام یافت
بتاریخ دوازدہم ربیع الاول سنہ ۱۲۶۰ھ

یہ مثنوی مستعان علی کی تصنیف ہے جن کا تخلص مستعان ہے۔اس کا اظہار خود مصنف نے ایک شعر میں کیا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ میں صدیقی النسل ہوں ۔ اور میرے جد جد شاہ علاو الدین تھے ۔

بہر نام مصطفیٰ و آل پاک
مستعان کو بخش دے مت کر ہلاک
شاہ علاو الدین میرے جد جد
تھی فقیروں میں جیسے تیری مدد

تاریخ تصنیف ۱۲۴۴ھ بتلائی ہے۔

نام اس کا میں رکھا باغ ارم
رکھ مدام اس کو خدایا محترم
سال بھی اس نام سے ہے آشکار
یکہزار دو صد چہل و چہار

یہ مثنوی مولوی جلال الدین رومی کی مثنوی کا اقتباس اور ترجمہ ہے جو ۱۲۴۴ھ میں شروع ہوکر ۱۲۶۰ھ میں اختتام کو پہونچا۔

کتاب، فہرست حمد و نعت اور سبب تالیف کے ابواب کے علاوہ کل ۱۲۵ حصوں پر منقسم ہے۔ جس میں مثنوی کے چھے دفتروں کا منتخب ترجمہ ہے

ترجمے کی اس کی میں ڈالا اساس
حاصل اس کا کر نصیحت اقتباس

آغاز

حمد کیا کوئی زباں پہ لاسکے
بے نشاں کا کیا نشاں بتلاسکے
ممکنات حادث ناستقیم
پائیں کیوں واجب کے اسرار قدیم
ہے منزہ ذات پاک ذوالجلال
نارسا اس کنہ میں وہم و خیال

خاتمہ

ختم تیرے نام پر ہے یہ کتاب
اے خدائے مستعان و مستطاب

ترقیمہ

بفضل تعالیٰ حسن اتمام یافت
بتاریخ دوازدہم ربیع الاول سنہ ۱۲۶۱ھ

(۱۵)۔ رسالہ پنج گنج اور رسالہ ذکر جلی (۲ب ۲)

اوراق ۲۰ ۔سطور ۱۵ ۔تقطیع ۳½ × ۷ × ½ ۵ نستعلیق خط دیسی کاغذ (دونوں رسالے ایک ہی خط میں اس طرح لکھے ہوئے ہیں کہ ایک کے ختم ہوتے ہی (ورق ۲ ب کے آخر سے) دوسرا شروع ہوجاتا ہے۔

(۱)۔ رسالہ پنج گنج (ورق ۱ ا سے ۲ ب تک)۔

یہ رسالہ منظوم ہے۔ اور شاہ برہان الدین جانم کے ارشادات پر مشتمل ہے۔ شاہ برہان الدین جانم دکن میں مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کے والد شاہ میرانجی شمس العشاق تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی سے بہرہ اندوز ہونیکے بعد واحدی سے بیعت حاصل کی۔ مشہور ہے کہ آپ بیحد خوش خلق حلیم الطبع اور منکسر المزاج تھے۔ تصوف وسلوک میں متعدد رسائل آپ کی تصنیفات سے بتلائے جاتے ہیں۔ غالباً آپکے کسی مرید نے آپکے ارشادات کو اس رسالے کی شکل میں جمع کیا ہے۔ ۹۹۰ھ پندرہ تاریخ ماہ جمادی الثانی کو انتقال کیا اور والد کے گنبد (بیجاپور) میں دفن ہیں۔

۵۴ محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن۔ مصنفہ عبدالجبار خاں صوفی ملکاپوری دسکۂ ۱۳۳۱ھ ص ۲۰۶

پنج گنج نظم میں ہے۔ اور اسی نام کی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ رسالہ (۱) حمد باری تعالیٰ (۲) نعت (۳) آغاز کتاب پنج گنج (۴) ذکر اللسان تعلقہ ذکر الروحی اور (۵) مشاہدہ کے پانچ عنوانات پر مشتمل ہے۔ شروع میں ناصیہ ورق اپر "خواجہ معین الدین چشتی ہند الولی عطائے رسول" اور پھر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" مرقوم ہے

آغاز

بنام خداوند نام خدا
سرا کر کہوں میں دمے دم سدا
عجب اسم او فرح فرخند ہے
جو کوئی اس کا ذاکر سو او زند ہے

آغاز کتاب کے عنوان کے آخری اشعار یہ ہیں۔

یو پنج گنج عنایت کرے پنج الہ
بفضل محمد رسالت پناہ
دکن کے جو ہیں پیر شاہ برہان
کہے دو ذرا سوں ہر انگ کو بیان
سکن وجہہ اوّل توں یوں جانئے
دوم وجہہ نرکس کیرا دھیان ئے

ترقیمہ

بفضل النبی علیہ السلام
یو پنجہ گنج کا یہاں ہوا اختتام
تمت تمام شد

(۲) ذکر جلی (ورق ۳ ب سے شروع

یہ رسالہ بھی تصوف پر مگر نثر میں ہے۔

اللہ محمدؐ کے راز رموز کیاں باتاں کسی
نا محرم کی اگے نا بولنا اگر بولیا تو کافر
ہویگا سنیگا سو دیوانہ ہویگا کسی کوں
سنا کر دیوانہ نہ کرنا ہور اپنے بولکر کافر
نہ ہونا۔ اوّل طالب سوں یوں شرط
کرنا بعد از اسکوں ارشاد بولنا
نظم (آگے مختصر سی نظم ہے)

خاتمہ

اے بار خدایا ارادت کرمجھ پر تا کہ تیری حد
ذات میں فنا ہوں۔ اس سات شغل
سوں عارف الوجود کوں خدا کے حوالے
کرے تا کہ اس میں شیطان داخل نہ ہوئے
انشاء اللہ تعالیٰ اتمت تمام شد

اسکے اختتام کے بعد ورق ۲۰ ا پر چند ابیات فارسی اور دکھنی زبان میں درج ہیں۔

(۱۶) پنچی باچھا (۶ ب ۳)

اوراق ۱۵۱، سطور ۱۳، تقطیع ۸ × ۵ نستعلیق شکستہ آمیز خط
آخر ناقص۔ نساخ کے نام اور سن کتابت کا پتہ نہیں چلتا۔

پروفیسر گارسان دتاسی کے قول کے مطابق اس کا سن تصنیف سنہ ۱۱۳۴ھ ہے۔ ببلو تھک ڈر مارگن لیانڈش گیشل شافٹ مین اس کا جو نسخہ محفوظ ہے۔ اس سے اس کا سن تصنیف سنہ ۱۱۱۵ھ ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اکثر نسخوں سے ۱۱۴۶ھ سال تصنیف معلوم ہوتا ہے۔ جس کا پتہ ان کے آخری شعر سے چلتا ہے۔

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب
تب ہوا میزان کیا خاصا کتاب

انڈیا آفس کے کتب خانہ میں اس کا جو نسخہ موجود ہے اس میں دوسرا مصرع یوں ہے۔

تب ہوا میزان میں یو خاصا کتاب

جس سے سنہ ۱۲۲۱ھ تاریخ تصنیف نکلتی ہے (کٹلاگ آفدی ہندوستانی مینسکرپٹس صـ ۶۳ نمبر ۱۲۱) یہ تاریخ "یو خاصا کتاب" سے نکلتی ہے۔ لیکن بعض مخطوطات میں اس کی جگہ "کیا خاصا کتاب" بھی لکھا ہے جس سے ۱۱۵۶ھ سن نکلتا ہے۔

اس کے مصنف کا نام شیخ وجیہہ الدین وجدیؔ ہے جو کرنول کے باشندے تھے صوفیانہ مشرب رکھتے تھے دکھنی میں کئی مثنویوں کے مصنف ہیں۔

(۱)۔ مثنوی باغ جانفزا (۱۱۴۵ھ) جو قیام دھارور کے زمانہ میں اپنے ایک صوفی منش دوست عبدالقادر کے مرشد صادقؔ کی فرمائش پر ایک دلچسپ افسانہ کو نظم دکھنی کا جامہ پہنا کر لکھی گئی۔

(۲)۔ مثنوی تحفۂ عاشقاں (۱۱۵۳ھ) شیخ فریدالدین عطار کی مثنوی "گل و ہرمز" کا ترجمہ ہے جو "خسرو نامہ" یا "خسرو گل" کے نام سے مشہور ہے۔

پروفیسر بلوم ہارٹ نے ریو اور ایتھے کے حوالہ سے "پنچھی باچھا" کے مصنف کا تخلص ضعیف بتلایا ہے۔ جس کی سند میں وہ مثنوی مذکور کا یہ شعر

پیش کرتے ہیں۔

جی موافق فہم اپنے کے ضعیف
اس کتاب خاصہ کا نظم شریف

یہاں پروفیسر بلوم ہارٹ کو سہو ہو گیا ہے۔ دراصل ضعیف اس جگہ فہم کی صفت آئی ہے۔ جو ذیل کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔

تھا ولے جیوں فارسی میں یو کلام
کم سمجھ سکتے تھے اس کو خاص و عام
گرچہ میں بھی کچھ نہیں معنی شناس
کان مجھے اس کے سمجھنے کا قیاس
لیکن اس کے دیکھکر دلچسپ بول
یک بیک یو دل منے آیا کلول
جو موافق فہم اپنے کے ضعیف
اس کتاب خاص کا نظم شریف
قصد کر دکھنی زبان میں لیکے آؤں
تا رہے دنیا منے میرا بھی ناؤں

(جی "کی جگہ جو" اور "خاصا" کی جگہ خاص "کتابت کے اختلافات ہیں)۔

اس مخطوطے میں خاتمہ کتاب کے عنوان سے بالکل پہلے اور سکندر بادشاہ کی حکایت کے آخری شعر میں مصنف کتاب کا نام "پنچی باچھا" بتلاتا ہے۔

(ورق ۱۵۰ ب)

خاتمہ کے عنوان کے تحت بالکل پہلے ہی شعر میں مصنف اپنا تخلص

وجدی بتلاتا ہے۔

شکر کر وجدی کہ بر وجہ صواب
ختم ہوئی توفیق حق سوں یہ کتاب

یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ مطبع حیدری کا ۱۲۸۲ھ میں چھپا ہوا نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں مصنف کا نام وجیہ الدین لکھا ہے۔ "پنچھی باچھا" شیخ فرید الدین عطار کی مثنوی "منطق الطیر" کا ترجمہ ہے۔

اے پنچھی پیارے سخن آغاز کر
حمد سوں حق کے بلند آواز کر
شوق سوں ایسا اچایا یک چھپا
جی رہے ترلوک کا عالم لو بھا

خاتمہ

کا ایک ورق غائب ہے۔ کتاب یکایک اس شعر پر ختم ہو جاتی ہے۔

لیکن اس کے دیکھ کر دل سوں یو بول
یکبیک یوں دل منے آیا کلول

دوسرے نسخوں میں اس کے بعد اور چار شعر یہ لکھے ہوئے ہیں۔

جیو موافق فہم اپنے کے ضعیف
اس کتاب خاص کا نظم شریف
قصد کر دکھنی زباں میں لیکھے آؤں
تا رہے دنیا منے میرا بھی ناؤں
اس منے یارب میرا ہوتا ہے کام
شکر ہے جو ہوئی پنچھی باچھا تمام

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب
تب ہوا میزان میں یو خاصا کتاب

پنچھی باچھا کے مختلف نسخے عام طور سے ملتے ہیں اس کا ایک ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد دکن) میں بھی موجود ہے۔ (جلد دوم ص ۱۲۸۲ نمبر ۶۴) اور ایک نسخہ انڈیا آفس میں (بلوم ہارٹ ۱۲۱)

(۱۷) جذبات محمدی (۶ ب ۱۴)

اوراق ۲۲۱ - سطور ۱۴ - ۱۵ تقطیع ½ ۸ × ¾ ۵ خوشخط نستعلیق خط کرم خوردہ - کاغذ دیسی کاتب محمد یوسف تحریر درماہ شعبان المعظم بتاریخ بست و ہفدہم شہر مذکور ۱۲۲۹ھ ہر نئی سُرخی کیلیے ایک سطر کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔

مصنف کا صرف تخلص ندا معلوم ہوتا ہے فن تصوف میں دکھنی مثنوی ہے۔ جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

حمد حق بس یہی ہے کھول زبان
بسم اللہ رحیم ہے رحمان
کس کا مقدور حمد بول سکے
آنکھ اس پر کھول سکے

خاتمہ

کرے طالب جو اس کتاب کی سیر

چاہو اللہ سے خاتمہ بالخیر

ترقیمہ

ایں کتاب جنابات محمدی در ماہ شعبان المعظم
بتاریخ بست وہفتم شہر مذکور سنہ ۱۲۹۲ھ اختتام یافت

(۱۸) حبل الورید (۶ ب ۵)

اوراق ۱۳ - سطور ۱۵ - تقطیع ½ ۱۲ × ½ ۷ نستعلیق خط
کاغذ نفیس رنگین ولایتی - کاتب وزیر علی سال تحریر سنہ ۱۳۰۰ھ

اس کے ساتھ مزید ۵ رسالے فن تصوف کے فارسی زبان میں لکھے ہوئے ایک جلد میں شامل موجود ہیں۔ یہ سب ایک ہی قسم کے کاغذ پر ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے ہیں۔ دیگر پانچ رسالوں کے نام حسب ذیل ہیں -
(۱) عقائد صوفیہ (۲) عدائم خمسہ للشاہ فتح اللہ (۳) رسالہ دقائق -
(۴) مراۃ الوجود از محمد بن نور الخفی الجعفری الشیرازی (۵) نفس الرحمانی از شیخ موسی بن شیخ داود -

سوائے ایک رسالہ کے باقی کسی میں کاتب کا نام یا مصنف کا نام نہیں ملتا۔ پہلے رسالہ کی تاریخ تحریر ۱۲ رجب سنہ ۱۳۰۰ھ ہے۔ دوسرے رسالہ بھی قریب ہی زمانہ میں لکھے گئے ہوں گے۔ کاتب کا نام وزیر علی ہے -

حبل الورید کے مصنف کا پتہ نہیں چلتا اس میں تمہید میں ایک جگہ صرف اس قدر لکھا ہوا ہے۔ کہ وہ " ایک خانماں آوارہ اور پیر دستگیر چشتی افغانی سلیمانی (؟)

کا مرید ہے" اور یہ رسالہ آپ ہی کی ارشاد کی تعمیل میں لکھا گیا ہے۔
رسالہ سلوک اور معرفت کے اعلیٰ رموز اور نکات کا مخزن ہے۔ جا بجا لوح یا نقشوں کے ذریعہ مطلب کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس قسم کے (۸) نقشے موجود ہیں۔

آغاز

"عرض کرتا ہے بندہ ذلیل خاک راہ۔ اہل سلوک حق خوشہ چین علوم محققان بزم ہدایت ہادی مطلق۔ بندۂ بارگاہ مولنا ومرشدنا وہادینا حضرت پیر دستگیر چشتی نظامی سلیمانی سلمہ تعالیٰ علی رؤس الخادمین"

خاتمہ

"اب سالک واصل خدا ہے۔ اور عبد اللہ نما ہے۔ ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون کے یہ معنی ہیں۔ اللہ تعالےٰ سب بھائی مسلمانوں کو یہ توفیق عنایت فرمائے۔
آمین رب العالمین۔ تمت تمام شد

(۱۹) - خیالات صاول (۹۶ ب)

اوراق ۹۲ - سطور ۱۷ - تقطیع ½۷ × ۶ - نستعلیق خط تحریر ہفتم شہر جمادی الاول روز سہ شنبہ ۱۲۶۷ھ - نساخ جمعدار میر عابد علی مرید مصنف - سالہ سال تصنیف کتاب ۱۲۳۳ھ

مقام تحریر شہر بنگلور

سلوک و معرفت میں شاہ امیر الدین قادری کی مثنوی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی تجویز مثنوی معنوی کی تقلید میں کئی دفتر لکھنے کی تھی لیکن صرف ایک دفتر (دفتر اول) باقی ہے۔ جو مکمل ہے۔ آخر ورق پر مصنف لکھتا ہے۔

ختم کرکے دفتر اول رکھنا
جب قلم اس راہ میں لکھنے سے تھکا
اور جو کچھ ہے میرے دلمیں نہاں
پھر خدا چاہے تو بولوں کا عیاں

مصنف نے تاریخ تصنیف کا بھی ایک شعر میں ذکر کیا ہے۔

بست پر تھے چار بارہ سو برس
جب اٹھی تھی دلمیں میرے یہ ہوس

آغاز

اس مثنوی کا آغاز اسی دور کی اکثر کتابوں کے برخلاف راست حکایت سے ہوتا ہے۔ تصوف اور اخلاق کے نکات کے درمیاں کہیں کہیں برجستہ حکایات بھی بیان کیے گئے ہیں۔

اے بدیسی جھوڑے کچھ بات بول
بات کی کنجی سے دل کا قفل کھول
تا کٹے یہ رین کالی سن کے بات
بن کہانی کیوں کٹے تنہا یہ رات

"جھوڑے" کا جواب اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔ وہ اپنی کہانی بیان کرتا ہے کہ کس طرح نیستی سے وہ عالم وجود میں آیا۔ اور دنیا کے بکھیڑوں

میں پھنس گیا۔

خاتمہ

اور جو کچھ ہے میرے دلمیں نہاں
گر خدا چاہے تو بولوں گا عیاں
ورنہ رکھنا بہیکہ میرے ہاتھ پر
تم دعا کی ختم ہے اس بات پر

ترقیمہ

بفضل اللہ تعالیٰ جل شانہ دفتر اول خیالات وصال کہ از تصنیف مرشدی مولٰنا شاہ امیرالدین قادری قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم وافاض علینا من برکاتہم۔ ساکن احمد نگر و ارحمہا اللہ تعالےٰ بتاریخ ہفتم شہر جمادی الاول بروز سہ شنبہ سنہ ۱۲۶۷ نبوی بمقام بنگلور از دست عاصی پر معاصی جمعدار میر عابد علی نوشتہ شد۔

(۲۰)۔ رسالہ قادریہ (۶ ب ۷)

اور

دیگر رسائل

اوراق ۷۲۔ سطور ۱۵۔ تقطیع ۱۳ × ۶½ خط خوبصورت نستعلیق چکنے و ناپتی کاغذ پر۔ لوح سرخی کے

یہ تصوف کے چار نثری رسالوں کا مجموعہ ہے۔ جو ایک ہی طرز اور خط میں

لکھے گئے ہیں۔ ان کے مصنفین بھی جدا جدا ہیں مصنف کے نام یا کاتب کا پتہ ہر رسالے میں نہیں چلتا۔ عام مخطوطوں کے برعکس ان میں سے کسی میں بھی ترقیمہ نہیں ہے۔ اس لیے سن کتابت درج نہیں۔ ایک رسالہ میں "من لگن" کے کچھ شعر متن میں آگئے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ "من لگن" کے بعد کی تصنیف ہیں۔ "من لگن" ۱۱۱۲ھ کی تصنیف ہے۔ ہر رسالے کا حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) **رسالہ قادریہ**: پہلا رسالہ اسی نام سے موسوم ہے۔ اس کی سرخی ہے "یہ رسالہ قادریہ حضرت دادا مرشد سید محمد شاہ میر قدس سرہ بیان میں تنزلات کے جو موافق بعض اصطلاح قادریہ کے فرمائے ہیں۔"

اس عبارت سے صرف اسقدر پتہ چل سکتا ہے کہ یہ رسالہ سید محمد شاہ میر کے ارشادات سے ہے۔ چونکہ بعض رسالے اس قسم کے بھی دستیاب ہوئے ہیں جن میں مرشدین کے اقوال وارشادہ کو مریدین نے اپنے طور پر ترتیب دیا ہے اس لئے یہ صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ رسالہ خود حضرت سید محمد شاہ میر کا مرتبہ ہے یا انکے مریدین میں سے کسی ایک کا

آغاز

"ثنا اور شکر سزاوار اس خدا کو جو انسان کو اپنی ذات وصفات کی معرفت سے مشرف کیا۔ اور اپنی توحید اور یگانگی کی خلعت عطا کیا"

اصل بحث کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

"اوّل فرض بندہ مکلّف پر ایمان ہے۔ اور ایمان کلمے سے حاصل ہوتا ہے۔ یعنی کلمہ میں بیان خدا کی وحدانیت کا اور محمد رسول اللہ کی رسالت کا ہے۔"

خاتمہ

معنی ششم در شریعت لا معبود الا اللہ در حقیقت لا مقصود الا اللہ
در معرفت۔ لا موجود الا اللہ

تمام شد
(ورق ۱۷)

(۲) دوسرے رسالے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام آنکہ او نامے ندارد
بہر نامے کہ خوانی سر برارد

یعنی ابتدا اس کے نام سے ہے جو ایک نام نہیں رکھتا۔ بلکہ جس نام سے تو اسے بلا دیگا سر اٹھا دیگا۔ یعنے جواب دیگا۔

بیاں اس میں ہے پیراں کے ادب کا
مریداں کے سعادت کے کسب کا

یہی کتاب کا موضوع بھی ہے۔

خاتمہ

یعنی جس وقت جس حال میں کہ قبر میں ہے۔ مجلس میں بھی ہے اور اسکی غیبت میں بھی ہے اداب سوائے اس کے بہت ہے لیکن اتنے بھی مرید کو کافی ہیں۔ والسلام

(ورق ۲۸ ب)

اس رسالے کی اہمیت زیادہ تر یہ ہے کہ اس میں مصنف نے حضرت خواجہ بندہ نواز کی کتاب "خاتم کتاب" حضرت شیخ محمد کی کتاب "بحرالاسرار" حضرت شیخ نصیر الدین کی کتاب "ملفوظ" اور شاہ اشرف جہاں گیر سمنانی کی کتاب "لطائف اشرفی" کے جابجا حوالے دیئے ہیں۔

(۳)۔ رسالے کی سُرخی ہے۔

"رسالہ مرشدنا حضرت سید جلال الدین المتخلص با کمل مدظلہ العالی مقصود السالکین۔ من تصنیف معز الیہ مدظلہ العالی رب یسر وتمم بالخیر و بہ نستعین

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالے کے مصنف حضرت سید جلال الدین ہیں اسکا موضوع بھی تصوف ہے۔ ابتدا منظوم حمد سے ہوتی ہے۔

کروں حمد خدا یہ دم ہے کہاں
یہ لب و لہجہ اور فہم ہے کہاں
کس طرح یہ ثنا رقم ہونا
دست اور لوح اور قلم ہے کہاں

حمد کے بعد منظوم مناجات بدرگاہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہوتی ہے اور پھر اصل مبحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

"اے طالبو تم جو سیر کرنے والے سیر الی اللہ اور فی اللہ اور باللہ اور مع اللہ کے ہیں واسطے سالکان راہ حق کے اور طالبان دیدار مطلق کے پانچ راہ چار منزل، ہر ایک مقام مقرر کئے ہیں"

ورق ۳۳ ب کے حاشیہ پر کمال الدین چشتی کے یہ شعر نقل کئے ہوئے ہیں۔

تو اپنے یار کا جب ہوئے یار البتہ
تو یار ہوئے تیرا دوستدار البتہ
اگر ہوس ہے جو مذکور ہوئے ایذا کر
خدا کی یاد میں خود کو بسار البتہ
مراد بعد سے غفلت ہے ورنہ پیوستہ (ہے)

ہے تجھ سے یار تیرا ہمکنار البتہ

ورق ۳۸ الف پر حضرت مرشد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عنوان سے یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

جن کو اہل شہود کہتے ہیں
ذات یک دو وجود کہتے ہیں
ذات تو دو ہیں مگر ایک وجود
یک ہے وہ وجود خدا کا ہے وجود

ورق ۳۹ ب اور ۳۵ الف و ب کے حاشیہ میں اردو نظم اور نثر سے اصل مطلب کی توضیح کی گئی ہے۔

ورق ۴۳ و ۴۵ الف و ب پر ایک "مثنوی" اختلافات آن کہ در اصل یک است مسئلہ کے ہر شئے مطلق" کے عنوان سے لکھی گئی ہے جس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

میں شہنشاہ ہوں اور میں درویش
میں ہوں دلشاد اور میں دلریش
میں سکندر ہوں اور میں دارا
میرا محکوم ہے جہاں سارا

ورق ۵۶ الف پر "من لگن" کی تین ابیات مرقوم ہیں۔

خاتمہ

جو اول تھا وہ آخر ہوا یعنے اس دائرے میں جو ذات کے مذکور ہوا دل عقل کل ہے عین آخر کا جو انسان ہے ہوا یعنے حقیقت عقل کل صورت سے انسان کے تمام ہوئی اور

مظہر اور ظاہر ایک ہوا اور نقطہ آخر ساتھ اول کے متصل ہوا
اور کمال تمام بیچ پیدائش انسان کامل کے ظاہر ہوا

---

(۴) رسالہ۔ اس کا آغاز یوں ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد خدائے لوح و قلم
جس سے پائے نمود نقش عدم
اس کو کہتے ہیں احمد بے میم
جس کی درگہ ہے واجب التعظیم

اس منظوم حمد کے بعد سے نثر شروع ہوتی ہے۔ ورق ۷۰ ا پر "یعنی عربی بیت کے یہ دکھنی بولا گیا ہے" کی سرخی کے تحت مصنف نے اپنی عربی بیت اور اس کا اردو ترجمہ شعر ہی میں لکھا ہے۔

اکملا ان کنت محتاج الذلیل
حسبک اللہ نعم الوکیل

گرچہ اے اکمل ہے تو محتاج و ذلیل
بس ہے تیرے تئیں اللہ غنی نیک وکیل

اس کے بعد ہی یہ تحریر ہے۔

بہ طفیل محمد عربی
ختم پایا رسالہ ورقی
عربی سے تھا ایک ورق یہ تمام

ہوا ہندی میں اتنا طول کلام

آگے مزید چار اشعار کے بعد مناجات شروع ہوتی ہے جو ورق ۱۱، ب کے وسط میں ختم ہو جاتی ہے۔

ورق ۴، ا کی تیسری سطر سے "دعوت اسمائے حسینی" فارسی میں شروع ہوئے ہیں۔ اور اسی پر رسالہ ختم ہوتا ہے۔

اوپر گزرے ہوئے اشعار سے یہ قیاس قائم ہوتا ہے کہ غالباً یہ رسالہ کسی عربی رسالے کا ترجمہ ہے۔

آخری عبارت یہ ہے۔

بسم اللہ الکبیر اعوذ باللہ

العظیم من کل عرق، ومن شر حر النار۔

رواہ ترمذی (ورق ۵، ا)

(۲۱) من لگن (۶ ب ۸)

اوراق ۹۵ سطور ۱۴، تقطیع $\frac{3}{4}$ ۷ × $\frac{3}{4}$ ۴ دو طرح کے خط میں۔ اگلا حصہ نسخ میں ہے۔ اور آخری نستعلیق میں سنہ کتابت غالباً ۱۱۲۱ھ کاتب حسین صاحب و غلام احمد ولد غلام محمد حسین

مثنوی "من لگن" کے مصنف دکن کے ایک مشہور صوفی بزرگ قاضی محمد محمود بحری ہیں۔ ان کا نام قاضی محمود ہے۔ مگر بحری کے لقب سے مشہور تھے۔

ان کے والد کا نام بحر الدین تھا اور لوگوں میں "قاضی دریا" کے لقب سے مشہور تھے۔ ترقیمہ کی عبارت سے جس طرح ظاہر ہوتا ہے۔ محمود بحری قصبہ گوگی کے متوطن تھے جو نصرت آباد کے مضافات میں واقع ہے۔ ان کی ولادت یہیں ہوئی اور ۱۰۹۵ھ تک یہاں رہنے کے بعد بیجاپور چلے گئے تھے جہاں سکندر عادل شاہ (۱۰۸۳ھ - ۹۷) کے دربار سے تعلق ہو گیا۔ ان کے پہنچنے کے دو سال بعد ہی بیجاپور کی سلطنت تباہ ہو گئی یہ ۱۰۹۷ھ میں حیدرآباد چلے آئے۔ فارسی اور اردو میں ان کی متعدد تصنیفات مثنویوں غزلوں رباعیوں اور قصائد پر مشتمل تھیں۔ جو بیجاپور سے حیدرآباد کے سفر کے دوران میں قزاقوں کے حملہ سے تباہ ہو گئیں۔ "من لگن" کا ترجمہ مصنف نے فارسی میں بھی "عروس عرفان"[لہ] کے نام سے کیا تھا۔ اس کے خاتمے میں اپنے واقعات خود بحری نے بیان کئے ہیں۔ اس مخطوطے میں ان کی تصنیفات سے کچھ اجزا باقی رہ گئے ہیں جن کا تفصیلی ذکر نیچے آئیگا۔

مثنوی "من لگن" شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد میں تصنیف ہوئی تھی چنانچہ اس کے ابتدائی حصہ میں ایک باضابطہ عنوان عالمگیر کی مدح میں قائم کیا گیا ہے۔ (ورق ۸ ب)

"من لگن" کا موضوع تصوف ہے۔ اس کی زبان کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہندی الفاظ کثرت کے ساتھ استعمال کئے گئے ہیں۔ مشکل اور غیر الفہم الفاظ بھی بیحد ہیں۔ اسی وجہ سے اور اس کتاب کی ہر دلعزیزی کے مدنظر سید شاہ اسمٰعیل بن سید شاہ احمد القادری نے نواب شہامت جنگ بہادر کے ایماء سے اس کے مشکل اور مغلق الفاظ کا ایک حل "ارت من لگن" کے نام سے لکھا ہے[عہ]۔

لہ۔ عروس عرفان کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے (جلد اول ص ۲۵۴ نمبر ۲۵۹)

عہ۔ "فرہنگ من لگن" کے نام کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی میں موجود ہے (ملاحظہ ہو فہرست جلد دوم ص ۱۴۶۸ نمبر ۲۸۹)

"من لگن" کئی بار چھپ چکی ہے۔

آغاز

لے روپ ترا رتی رتی ہے
پربت پربت بتی پتی ہے
پربت میں اوک نہ کم پتی میں
یکسار ہے اس اور پتی میں

خاتمہ

خاموش کوں بولتے پرس ہے
کہتے کوں کہیں کہ بوالہوس ہے
بوجیا عبث ہوس کے تئیں ہوش
کر ہوش ہوس سبھی فراموش
رکھ اصل یہ جہت نہ چھاؤں اوپر
کر ختم خدا کے ناؤں اوپر

(۲) اس مثنوی کے ساتھ "بنگاب نامہ" کے صرف آخری دو اوراق باقی رہ گئے ہیں جو نسخ خط میں ہے۔ زبان "من لگن" سے ملتی جلتی ہے۔ جام (فصل) دوم اور ششم کے کچھ حصے اور جام سوم چہارم پنجم مکمل موجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی تصوف پر ایک رسالہ تھا۔ اس میں معرفت کو شاعر "بنگاب" (بھنگ آب آب بھنگ) سے تعبیر کرتا ہے اور اس طرح اسکے خواص اور کیفیتیں بیان کرتا جاتا ہے۔ پہلی بیت یہ ہے:

یار ہو یاں بنگ نہ یاں آب ہے
دنگ نہ ہونا کہ یہ بنگاب ہے

لہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ "اردو" (اورنگ آباد دکن) جلد ۹ حصہ ۳۴ بابتہ ماہ اپریل ۱۹۲۹ء صفحہ ۲۱۲-۴۴

آخری بیت یہ ہے۔

نین تری جام ہے بنگاب کی
مشک کی مانند نہ (ہے) آپ کی[1]

اس کے خاتمہ کے بعد۔ چہاردہ معصوم کے نام لکھے ہوئے ہیں۔

(۴۳) - ایک فارسی مثنوی ورق ۶۳ ب سے شروع ہوتی ہے جو بحری کی تصنیف ہے۔ اس میں سکر کے ایک عاشق حق محمد وارث کا والہانہ قصہ بیان کیا ہے۔ محمد وارث جذبہ عشق میں سکر کی ایک پہاڑی سے گر کر جان دیتا ہے۔ اس مثنوی میں ورق ۶۸ ب پر مصنف کا تخلص آیا ہے۔

بحری ایں مرگ از خدا بطلب
کہ ہمیں مرگ وصل راست سبب

یہ مثنوی ۶۸ ب پر ختم ہو جاتی ہے۔

محمد وارث کی جانبازی کا واقعہ مصنف کے قول کے مطابق ۱۱۲۴ھ کا ہے۔ اور اس لئے یہ مثنوی ۱۱۲۴ھ کے قریب ہی کی تصنیف ہے ورق ۶۷ ا کے وسط سے ۶۹ ب تک کچھ عبارت سلوک اور معرفت کے مسائل سے متعلق درج ہے جسکی ابتدا اسطرح ہوتی ہے۔

..... محمود انک کہ آئنے کے اوپر دیکھنا..... نور.....
نظر آتا تو اس نور میں اپنے پیر کی صورت دیکھنا۔
(یہ حصہ کرم خوردہ اور ضائع شدہ ہے)

(۴۴) ورق ۶۹ ب اور ۷۰ ا پر سکندر عادل شاہ کی خدمت میں جو فارسی مثنوی اپنے افلاس کے متعلق محمود بحری نے لکھی تھی درج ہے۔ اس میں بادشاہ سے درخواست کی گئی ہے کہ ایک "وہ بزرگ" مجھے عطا کرتا کہ زندگی آرام سے

---

[1] "بنگاب نامہ" کا ایک مکمل مخطوطہ سید محمد حفیظ صاحب لکچرار الہ آباد یونیورسٹی کے پاس ہے (رسالہ "اردو" جلد ۹ حصہ ۳۴ ص ۲۲۳)

بسر ہو۔

(۵)۔ ورق ۷۱ ا پر متفرق فارسی عبارتیں درج ہیں جن میں ایک بے نقطہ فارسی خط ہے۔ جو ملا داود کے نام لکھا گیا ہے۔

(۶) ورق ۷۱ ب پر "مسہو و راے" کے نام ایک خط لکھا ہوا ہے جس میں ان کی والدہ کے اسقاط حمل سے انتقال کر جانے پر تعزیت کی گئی ہے۔ یہ خط نا تمام ہے۔ نہج سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ راے صاحب کم عمر اور غالباً بحری کے شاگرد ہونگے۔

(۷) ورق ۷۲ ب پر "نسل نامہ حاجی نبی آدم حضرت شاہ چندا[لے] اور شاہ نور عالم قدس سرہ العزیز قائم مقام گوگی من کلام محمود بحری" کے عنوان سے طویل فارسی نظم درج ہے جو ورق ۷۴ ا پر ختم ہوتی ہے۔ ورق ۷۴ ب سے فارسی نظم و نثر کے ایک رسالے کا آغاز ہوتا ہے جس کا عنوان سرخی سے لکھا ہوا ہے لیکن صاف طور پر پڑھا نہیں جاتا۔ "یا مبارح المصنوعات" دکھائی دیتا ہے۔ اس میں "برگ تمباکو" اور "گندراج" کی تعریف نہایت صوفیانہ انداز میں اسی طرح لکھی گئی ہے جس طرح پچھلے "بنگاب" کے رسالے میں بھنگ کی

(۸) ورق ۸۶ ب پر قصیدہ من کلام محمود بحری سلمہ اللہ کے عنوان سے چند نصائح فارسی زبان میں لکھے ہوئے ہیں۔ "سلمہ اللہ" کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مخطوطے کی کتابت کے وقت بحری زندہ تھے۔

(۹) ورق ۸۹ ب اور ۹۰ پر حضرت صوفی سرمست اسد الاولیا ساکن سکر[۲] کا نسل نامہ درج ہے۔

لے۔ پورا نام شاہ چندا حسینی ہے۔ جو قصبہ گوگی کے بزرگ تھے (ملاحظہ ہو محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن جلد اول ص ۲۵۲ - ۵۳)

۲۔ حالات ملاحظہ ہوں محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن جلد اول ص ۶۰ - ۶۱)

(۱۰) ورق ۹۰ ب سے ایک مثنوی فارسی زبان میں اس عنوان سے لکھی ہے
"این نامہ بطریق مثنوی در جواب عزیزی بجہت زر بخند اس نوشتم"

اسی مثنوی میں "امارت پناہ یبنے خان" کا حال لکھا ہے کہ وہ درویشوں کی بیحد خدمت اور دلجوئی کرتا ہے۔ لیکن میری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے مجھے سخت تکلیف ہے۔

(۱۱) ورق ۹۲ ا سے ایک نئی فارسی مثنوی "در شکایت ملک سکر از محمود بحری غفر اللہ ذنبہ" شروع ہوتی ہے جس میں شہر کا حال اور اس کی ضمن میں "گنبد عادل شاہ کلاں" "مسجد جامع" کا ذکر آتا ہے اس مثنوی میں سکر کی قحط سالی کی تکالیف کا ذکر ہے۔ یہ مثنوی ورق ۹۴ ا پر ختم ہو جاتی ہے۔

(۱۲) ورق ۹۸ ب سے محمود بحری کی فارسی نظموں اور غزلوں کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ ۱۱۵ ا پر ختم ہوجاتا ہے۔ آخر میں "روح نامیہ یا روح نباتی" کے خواص درج ہیں۔

یہ مخلوطہ ورق ۱۶۷ ب پر ختم ہوتا ہے۔ اوپر کی تفصیل سے اس مخطوطہ کی اہمیت کا کماحقہ اندازہ ہوجاتا ہے۔ یہ مخطوطہ قاضی محمود بحری کے فارسی اور اردو کلام کے کچھ حصول کا مجموعہ ہے جو اکثر محققین کے پاس ابتک نایاب تصور ہورہا ہے۔ اس مخطوطہ کے متفرق بیانات سے خود بحری کی زندگی پر کچھ کچھ روشنی پڑ سکتی ہے اور بعض واقعات سے شبہ ہوتا ہے کہ غالباً یہ خود ان کی زندگی میں لکھا گیا ہوگا۔

محمد وارث عاشق حق متوطن سکر کی مثنوی سے معلوم ہوتا ہے کہ بحری سنہ ۱۱۲۴ھ کے بعد تک زندہ تھے۔ اور سنہ ۱۱۳۰ھ میں بمقام گوگی انتقال کیا وہیں ان کا مزار ہے۔[۱]

۱۔ رسالہ "تجلی" (حیدرآباد دکن) جلد ۱ نمبر ۱۔ ص ۲۲

ترقیمہ

تمام شد رسالہ "من لگن" من تصنیف قاضی محمود بحری ساکن گوگی متعلق سکر یعنے حلقہ نصرت آباد چونکہ بہ خاطر داشت متوطن گوگی مذکور رسالہ "من لگن" نیم کتاب از دست حسین صاحب تحریر یافت و نصف رسالہ سید غلام احمد ولد غلام محمد حسین بکلک معجز طراز بر صفحہ اعجاز نگارش یافت واقعہ بتاریخ ہفدہم شہر ذیقعدہ روز شنبہ بوقت دو پہر صورت اختتام پذیرفت سنہ ۱۰۱۶ ہجری مقدسہ (غالباً ۱۲۱۶ھ)

(۲۳) من لگن۔ (۶ ب ۹)

اوراق ۷۱۔ سطور ۱۳۔ تقطیع $8\frac{1}{2} \times 6$ شکستہ آمیز نستعلیق خط عنوانات سرخی کے۔ دیسی کاغذ۔ آب زدہ۔ مکتوبہ ۱۲۴۳ھ

بمقام رانی پیٹھ (صورت) انساخ محمد مرتضیٰ

من لگن کا ایک اور مکمل نسخہ ہے۔ جو غالباً عرصہ تک کسی کے مطالعہ میں رہ چکا ہے۔ مشکل الفاظ کے معنی جا بجا تحت لفظ یا حاشیہ پر پنسل سے لکھے ہوئے ہیں۔

آخری شعر یہ ہے۔

"رکھ اصل پہ چت نہ چھانوں اوپر
کر ختم خدا کی نانوں اوپر"

ترقیمہ

کتاب رسالہ من لگن حسب فرمائش معروف بخط عاصی پر معاصی محمد مرتضیٰ بروز پنجشنبہ بست و پنجم صفر المظفر سنہ ۱۲۴۳ ہجری نبوی در مقام رانی پیٹھ صورت انصرام یافت

تاریخ

(۲۳) روضۃ الاطہار (۲ ح ۱)

اوراق ۳۲۲ - سطور ۱۱ تا ۱۳ تقطیع ½۸ × ۶ شکستہ آمیز نستعلیق خط کرم خوردہ۔

اہل بیت اطہار کے حالات خصوصاً شہادت امام حسین علیہ السلام کے واقعات پر دکھنی مثنوی ہے۔ جو نوازش علی شیدا کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کا سن تصنیف ۱۱۳۳ھ ہے۔ نوازش علی شیدا دکن کے مشہور شاعر اور مرثیہ گو تھے۔

بڑا تجھ مرثیوں کا جگ میں ہے دھوم
محبا نچی کلایا دلکوں جیوں موم
(سبب تالیف کتاب)

ان کا زمانہ ولی اورنگ آبادی اور سراج کا زمانہ ہے۔ شیدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحعمری بھی مثنوی میں لکھی ہے۔ جس کا نام "اعجازی احمدی" ہے اور دو جلدوں میں ہے۔ "اعجاز احمدیؐ" کا سنہ تصنیف ۱۱۰۷ھ

ہے۔ (ملاحظہ ہو ۲۹ فہرست ہذا)

روضۃ الاطہار۔ شیدا کی دوسری تصنیف ہے جس کے سال تصنیف کے متعلق وہ کہتے ہیں۔

ہوا جب ختم یو مضمون ماتم
کہا تاریخ ہاتف مجلس غم
کیا چاہو تم آسانی سے از بر
اگیارہ سو برس تھا تب یو بہتر

غالباً یہ کاتب کی غلطی ہے۔ ''مجلس غم'' سے ۱۱۷۳ اعداد نکلتے ہیں اُردو میں غالباً سیوا[۱] (باشندے گلبرگہ کے جو علی عادل شاہ ثانی کے معاصر تھے) نے سب سے پہلے کربلا کے واقعات پر مشتمل فارسی مثنوی ''روضۃ الشہدا'' کا ترجمہ کیا (۱۰۹۲ھ) محمد فیاض ولی دکھنی نے ۱۱۰۹ھ میں اس مثنوی کا نظم میں ترجمہ کیا[۲] تھا چونکہ ''روضۃ الاطہار'' کا ترجمہ اس کے بعد ہوا تھا اغلب قیاس یہ ہے کہ اس مثنوی کے لکھتے کے وقت یہ دونو کارنامے خصوصاً ولی کا ترجمۂ ''روضۃ الشہدا'' شیدا کے سامنے موجود تھا۔ ڈاکٹر ہرمن ایتھے نے اپنی فہرست (نمبر ۱۶۲) میں اس کے عنوانات نقل کئے ہیں۔ ان کو ''روضۃ الاطہار'' کے عنوانات ملاکر پڑھنے سے دونو میں ایک بڑی حد تک مطابقت معلوم ہوتی ہے۔ ذیل کی ابیات ہیں مشابہت بھی قابل مشاہدہ ہے۔

کیا ہوں ختم جب یو درد کا حال

---

[۱] ۔ اُردوئے قدیم ص۷۱ و ۷۶، آبحیات دسواں اڈیشن ص۹۰
[۲] پروفیسر بلوم ہارٹ کا خیال ہے کہ ''روضۃ الشہدا'' کا ولی اورنگ آبادی نے بھی ترجمہ کیا تھا۔ چنانچہ انکے ثبوت میں وہ لکھتے ہیں کہ کتب خانہ انڈیا آفس میں محفوظ مخطوطہ کے ورق ۸۰ ب پر ایک جگہ مصنف اپنا نام ولی شاہ بتلاتا ہے۔ اور وہ ولی اورنگ آبادی کا نام شاہ ولی اللہ بتلاتے ہیں (بلوم ہارٹ نمبر ۱۱۲)

اکیارہ سو اوپر تھا تیسواں سال

(روضۃ الشہدا ولی دکنی - انڈیا آفس نمبر ۱۱۲)

کیا چاہو تم آسانی سے از بر

اکیارہ سو برس تھا تب یہ بہتر

(روضۃ الاطہار - ورق ۲۱ ب)

مخطوطہ کے ورق ا ب پر سلام درج ہے مثنوی حمد سے شروع ہوتی ہے حمد کے بعد نعت اور سبب تالیف کتاب کے دو عنوان ہیں۔ سبب تالیف میں لکھتے ہیں۔

ہوا ایک دن مجھے الہام از غیب

کہ توں حسنین کا شیدا ہے لاریب

بڑا تجھ مرثیوں کا جگمیں ہے دھوم

مجہانجی کلایا دل کوں جیوں موم

کتاب اک توں بنا ہندی زباں سوں

انجیاں عالم کے کر انجھوں سے جیوں جوں

حمد کے تیرہ اشعار کے بعد متن نشان (۴) ڈالکر حاشیہ پر ذیل کے سات شعر لکھدیے گئے ہیں۔

شروع جب میں کیا مضموں الم کا

پھٹا اس درد سے سینہ قلم کا

لگا لکھنے سیاہی سے قلم پھر

سن ہجری تھا گیارہ سو بہتر

ریاست تھی سو اس ملک دکن کے

نظام الملک آصف انجمن کے
نظام الملک کا فرزند دلبند
صفات ذات اسکا ہر نخلبند
نظام الدولہ اسکا نام ہیگا
وہ کیتا فیض کے یہ کام ہیگا
سنے تا پنجتن کا غم ہو کریاں
جلاتا غم کے ہے آتش یو پنہاں
تصدق پنجتن کے اے خداوند
توں رکھ آباد اسکوں اسکے فرزند

لیکن یہ اشعار متن سے مختلف اور کسی بعد کے قلم کا اضافہ معلوم ہوتے زبان کے لحاظ سے بھی ان اشعار میں اور اصل متن کے اشعار میں بے حد فرق ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ اشعار حمد کے عنوان میں جس جگہ بھرتی کئے گئے ہیں۔ وہ قدیم اردو کتابوں کی عام طرز کے بالکل خلاف ہے۔ خصوصاً مصنف نے سبب تالیف کتاب کا ایک عنوان قائم کیا ہے۔ جہاں ان خیالات کا اظہار عموماً کیا جاتا ہے۔ فصول کی تفصیل یہ ہے۔

مجلس اول۔ در وفات سید الانبیا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
مجلس دوم۔ در وفات سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
مجلس سوم۔ ولادت و نکاح سعادت و شہادت اسد اللہ الغالب۔
مجلس چہارم۔ دربیان ولادت و شہادت ثانی قرۃ العین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین علیہ السلام۔
مجلس پنجم۔ ولادت باسعادت حضرت سید الشہدا امام سعد و توجہ

نمودن بمکہ معظمہ و فرستادن سید خلیل مسلم بن عقیل سمت کوفہ و
شہادت یافتن۔

مجلس ششم۔ شہادت ہر دو مظلوم یعنے یتیمان سید خلیل مسلم عقیل۔
مجلس ہفتم۔ توجہ نمودن امام آفاق سوئے عراق و شہادت حر و فرزندان وغیرہ
مجلس ہشتم۔ شہادت موالیاں بحضور سید الشہدا
مجلس نہم۔ شہادت مظلومان یعنے شاہ قاسم و حضرت عباس و باقی
برادران و برادر زادہا و ہمشیر زادہائے امام
مجلس دہم۔ شہادت امام حسین و علی اکبر و علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہم
مجلس یازدہم۔ بردن سرہائے شہیداں و اہل بیت بکوفہ وغیرہ۔
مجلس دوازدہم۔ رفتن اہل بیت بہ ملک شام و سوال جواب با یزید و مراجعت
امام زین العابدین وغیرہ۔

مجلس اوّل کا آغاز حمد تبارک و تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ یہیں مصنف نے
کتاب کا نام بھی ظاہر کیا ہے۔

اول حمد خدا سے ہو سر افراز
کروں میں روضۃ الاطہار آغاز
دو عالم نام پر اس کے ہے شیدا
شہادت کا کیا عالم وہ پیدا

سبب تالیف کتاب میں لکھتے ہیں۔

رکھا ہوں روضۃ الاطہار کر نام
کہ پڑھکر اس کو روئیں خاص اور عام

حمد کے تیرہ اشعار کے بعد سے نعت شروع ہوتی ہے۔ اختتام کا حصہ

بارھویں مجلس۔ میں شریک ہے۔ اس کے لیے کوئی نیا عنوان قائم نہیں کیا۔

بحق چاردہ معصوم ایجاد
مرے کر شہر دلکوں حیدرآباد
دکن میں کر مجھے مقصد سے مسرور
سخن کوں [illegible] کر مقبول مشہور

. . . .

ہزاراں سے درود اں اور تحیت
نبی پر اور ان کی جو ہیں عترت
تمت تمام شد

(۲۴) ظفر نامہ محمد حنیف (۲ ح ۲)

اوراق ۹۴۔ سطور ۱۵۔ تقطیع ½ ۷ × ۵ نستعلیق خط
صفحات پر سُرخی سے حاشیے کے خطوط کھینچے ہوئے ہیں۔

غالباً یہ محمد عاشق کی فارسی مثنوی (ملاحظہ ہو فارسی مخطوطات انڈیا آفس ریو عمیہ د ۱۰۹۲ھ تا ۱۰۹۷ھ) کا دکھنی ترجمہ ہے۔ جو ۱۰۹۵ھ میں لطیف نے کیا۔ ریو کے خیال کے مطابق لطیف کا لقب "مفتاح العاشقین" ہے۔ اور غالباً غلام علی نام ہے۔ انہی نے اس نظم کو سلطان ابو الحسن تاناشاہ (سن جلوس ۱۰۸۳ھ) کے نام سے معنون کیا۔ انڈیا آفس میں اس کا ایک ملخص ترجمہ بھی موجود ہے (۲۷۳۱ء) ۔ اس کا موضوع محمد حنفیہ ابن علی کی شہادت کے حالات ہیں اس کا دوسرا نام ریو کے مطابق "جنگ نامہ محمد حنیف" ہے۔

آغاز

کہوں جنگ ایک شاہ شیریں زبان
حسین شاہ ابن علی بعد ازان
سو اس شاہ کا او عرب بھائی تھا
ابا یک ہور بھائی دو مائی تھا
سو اس ناؤں شاہی محمد حنیف
کہ جسکوں نبی سا اچھے جد حنیف

خاتمہ

محمد حنیف کوں دیکھے خواب میں
دیکھے تو ہے غمگین در باب میں
رہیا ہے نپٹ غم میں آزاد ہو
فراقاں میں اپنی سو پُردرد ہو

ترقیمہ نہیں ہے۔ جہاں کتاب ختم ہوتی ہے حاشیہ پر (۲۷۰۴) کا عدد لکھا ہوا ہے یہ ابیات کی تعداد ہے۔ چنانچہ آخر میں جلد کے اندرونی رخ پر اس کی صراحت اس طرح کی گئی ہے۔

"دو ہزار سات سو بیسپر چار ہیں"۔ صفحہ کے آخر میں "تمت تمام" سرخی سے لکھا ہوا ہے۔

(۲۵) - نفحات الشہدا (۲ ح ۲)
یا
نفحات الشہادت

اوراق ۷۸ سطور ۱۱ تقطیع ۷ ۱/۲ × ۵ ۳/۴ نستعلیق خط عنوانات

سرخی کے۔ سنہ تحریر ۱۲۸۱ء نساخ کا نام موجود نہیں ہے
سن تصنیف ۱۲۸۰ ہجری ہے۔
اس کے مصنف غلام غوث سالک ہیں۔

ہے سالک گنہگار و عاجز مدام
مگر غوث کے گھر کا ہے وہ غلام

ایک ضخیم منظوم مثنوی ہے جس میں اہلبیت اطہار کی شہادتوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب دس بزم (فصلوں) پر منقسم ہے۔ معمولی حمد اور نعت کے بعد اصل مضمون کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلی بزم میں اہل بیت کبار کی بزرگی دوسری میں ولادت حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا تیسری بزم میں حضرت علی مرتضیٰ کی شہادت کا حال چوتھی میں امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کی ولادت پانچویں بزم میں آنحضرت کی نازبرداری چھٹی بزم میں دونوں امام کی شہادت کے حال سے آنحضرت کا واقف ہونا اور امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے واقعات ساتویں اور اٹھویں بزم میں یزید بن معاویہ کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو طلب کرنے کے واقعات نویں بزم میں حضرت امام کے عراق تشریف لیجانے اور شہادت کبریٰ پانے اور آخری بزم میں یزید کے دربار میں اہل بیت کبار کے پسماندوں کے جانے کے حالات درج ہیں۔

آغاز

ثنا تیری کیونکر ہو اے کبریا
ہے جس جائے قاصر سبھی انبیا
ہر ایک موئے تن ہوئے اپنی زبان
نہ کامل ثنا ہوئے تیری بیان

خاتمہ

ہے سالک گنہگار و عاجز مدام
مگر غوث کے گھر کا ہے وہ غلام

آخر میں پانچ تاریخی قطعات ہیں جن میں سے پہلا اور آخری مصنف کی فکر کا نتیجہ ہے دو سید علی عازم اور ایک سید بہاءالدین محبت کا قطعہ ہے آخری قطعہ یہ ہے۔

ختم جس وقت پر کتاب ہوئی
دل کو تاریخ کا خیال آیا
رو رو کہنے لگا یہ دل مجھکو
سر آل نبی ہوا ہے جدا
لکھدے روئے یقین اے سالک
ہے یہ غمنامہ آل احمد کا

ترقیمہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔
"تمام شد کتاب نفحات الشہادت بتاریخ چہارم ماہ جمادی الاول سنہ ۱۲۵۱ھ روز چہار شنبہ حسب فرمائش محمد قاسم سرآب"

ب تاریخ مقامی

(۲۶) [تاریخ سلطنت بہمنیہ] (د ح ۹ ل)

(نا مکمل)

اوراق ۳۵ - سطور ۱۴ - تقطیع ۸½ × ۵¾ شکستہ آمیز نستعلیق خط دیسی کاغذ ناسخ سن کتابت مصنف اور سن تصنیف میں سے

کسی امر کا ذکر موجود نہیں ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ مصنف کے سامنے ابھی مسودے کی شکل میں تھا۔ نہ صرف نسخہ ہی کہ یہ مکمل نہیں ہے بلکہ اکثر اشعار اور مصرعے قلمزد کر دئے گئے ہیں اور ان کی جگہ اسی خط میں نئے اشعار اور مصرعے لکھکر اگلے اشعار اور مصرعوں کی اصلاح کی گئی ہے اس سے یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ یہ مصنف ہی کی تحریر ہے بعض جگہ حاشیہ پر بھی اشعار زیادہ کئے گئے ہیں۔ زبان کے اعتبار سے یہ مخطوطہ انیسویں صدی عیسوی کی تصنیف معلوم ہوتا ہے۔

سلطنت بہمنیہ کے حکمرانوں پر لکھنے سے پہلے ایک عنوان "ذکر سلطنت سلطان محمود غزنوی" کا قائم کیا گیا ہے۔ جس میں سلطان کے حالات درج ہیں اس حصے کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

سلاطین اسلام کا سرگروہ
جواں مرد اور شیر دل باشکوہ
تھا سلطان محمود اک غزنوی
دکھاتا تھا وہ صولت خسروی

اس کے آگے ہندوستان میں اس کی جنگوں کے واقعات تاریخ وار اور تفصیلاً درج کئے گئے ہیں۔ آخر میں سومنات کی فتح کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخری شعر ہے۔

وہ ہے۔ قصر فیروز بے اشتباہ
اسی میں ہوا دفن یہ بادشاہ

سلطان محمود غزنوی کے حالات ختم کرنے کے بعد مصنف حمد اور نعت کے ابواب سے سلاطین بہمنیہ کے حالات شروع کرتا ہے۔

دلا کر رقم حمد رب کریم
کہ ہے ذات جس کی کریم و رحیم

واقعات کی ابتدا سلطان محمد تغلق (۱۳۲۴-۵۱ء) شہنشاہ دہلی کے عہد حکومت سے ہوتی ہے۔ پہلے اس برہمن کے ذکر سے ابتدا ہوئی ہے جس کا حسن ملازم تھا۔

برہمن تھا دہلی میں تابو نجومی
منجم بھی تھا اور وہ تابو نجومی

پھر حسن کے دکن میں سلطنت قائم کرنے کے حالات اور محمد شاہ بہمنی مجاہد شاہ، داود شاہ۔ محمود شاہ۔ غیاث الدین، شمس الدین۔ فیروز شاہ، احمد شاہ ولی علاء الدین، ہمایون ظالم، نظام شاہ، محمد شاہ، محمود شاہ دوم کے واقعات "ذکر سلطنت" کے عنوان کے تحت اسی سلسلہ سے لکھے گئے ہیں۔

خاتمہ

نہیں ہے یہ بازیچہ کودکاں
بے علم ہے ہے وہی قدرداں

سوانح

ا۔ انفرادی

(۲۷) اسرار احمدی (۲ ی ا)

اوراق ۱۷۲۔ سطور ۱۳۔ تقطیع ۸ × ۶½۔ نستعلیق خط۔ قدرے کرم خوردہ۔ کاغذ ولایتی سنہ کتابت ۱۲۹۸ھ۔ نساخ شیخ عبداللہ۔ مقام کتابت چھاونی جالنہ مدرسہ سرکاری پلٹن مقیم

یہ "مطلع الانوار" مصنفہ عفیف بن نور کاشانی کا دکھنی نثر میں ترجمہ ہے جو محمد خاں عرف بڈو میاں نے ۱۲۵۰ھ میں کیا۔

محمد خاں، بایزید خاں یوسف زئی کے بیٹے ہیں۔ ان کے اجداد قندہار کے متوطن تھے۔ لیکن تلاش معاش میں وطن سے چلکر صوبہ کرناٹک میں آرہے تھے۔ جہاں نواب داؤد خاں کے پاس غالباً ان کے پردادا ملازم ہوئے۔ آخر میں نواب نے پلیا گھاٹ کے تعلقے میں ان کے لئے پانچ روپیہ روزینہ مقرر کر دیا تھا جس کے بعد اسی تعلقے میں جا رہے۔ نواب سعادت اللہ کے عہد تک یہ یومیہ جاری رہا۔ لیکن نواب انورالدین خاں کے عہد میں نواب کی چندا صاحب سے جنگ کے دوران

میں نواب ان فرانسیسیوں کے ہاتھ سے مارے گئے جو اس معاملہ میں خواہ مخواہ دخل در معقول ہو گئے تھے اس پریشان حالی میں محمد خاں کے دادا کا وظیفہ بند ہو گیا۔ اس لئے انھوں نے دہیں تجارت شروع کی یہی ان کے والد کا بھی پیشہ رہا۔ لیکن بدقسمتی سے اس وقت حیدر علی خاں عرف بہادر کا ہنگامہ برپا ہوا اور یہ خاندان ناگ پٹن میں امن لیتا ہوا چنیاپٹن بھاگ آیا۔ اور نواب محمد علی خاں والاجاہ کی ملازمت کرلی۔ اور عرصہ تک ترچناپلی میں رہے۔ یہیں ان کے والد کا انتقال ہوا۔

جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے مدراس پر اپنا تصرف جمانا شروع کیا تو بہت سے شریف خاندان آوارہ ہو گئے۔ محمد خاں بھی اپنے بڑے بھائی اور بہن کے تغافل اور بے پرواہی سے پریشان حال ہو کر ۱۲۲۹ھ میں بھونائی اسمٰعیل خاں کے پاس چلے گئے جہاں معلمی کا پیشہ کرتے رہے۔ اسی دوران میں تنکاریور کے قلعہ دار کے پاس ان کو "مطلع الانوار" کا ایک نسخہ ملا۔ جس کا انھوں نے یہ ترجمہ ۱۲۵۰ھ میں شروع کیا۔

ترجمہ لفظی نہیں بلکہ ملخص ہے۔ تمہید کتاب میں مصنف نے یہ تمام واقعات بیان کئے ہیں۔ ایک اور ترجمہ "دستور النثر" ہے۔ جو "مفید الصبیاں" سے کیا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو ۶۱ فہرست ہذا) اس مخطوطے میں اگلے چار اور آخری چھ اوراق سادہ ہیں یا ان پر نسخے لکھے ہوئے ہیں۔ پہلا ورق (ا) منقش اور (ب) لوح دار ہے۔

آغاز نظم حمد سے ہوتا ہے۔

تو بسم اللہ سے کر عنوان سخن کی
کہ ہے مفتاح وہ سر لکھن کی

خاتمہ

"اور طفیل سے نبی المختار و پنجتن ابرار و آل کبار و صحابہ الاطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام کے یہ کتاب انصرام کو پہنچی"۔

ترقیمہ

"نسخہ اسرار احمدی در ۱۲۶۵ھ ہجری بتاریخ ہفتم ماہ ربیع الاول در چھاونی جالندھر بموجب فرمائش شمشیر خاں خانساماں در مدرسہ سرکاری پلٹن ہفتم شیخ عبداللہ قلمی نمود۔

(۲۸) اعجاز احمدی (ی ۲/۲)

اوراق - سطور ۵ تا ۱۶ - تقطیع ½ ۸ × ½ ۵ - نستعلیق شکستہ آمیز خط - عنوانات سرخی میں کاغذ دیسی - سنہ کتابت ندارد نساخ غلام علی - ناقص الاول

یہ مثنوی حضرت رسول کریم کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف نوازش علی شیدا ہیں۔ (ملاحظہ ہو ۲۲ فہرست ہذا)

اس میں آنحضرت کی پیدائش سے لیکر وفات تک کے حالات مختلف عنوانات کے تحت بہ تفصیل بیان ہوئے ہیں۔ یہ ۱۲۵۱ھ کی تصنیف ہے۔ ابتدا کا کچھ حصہ غائب ہے۔

آغاز

لکھا یوں ہے راوی کہ بعد از نبی
رہے تین دن تک تھی گھر میں علی

خاتمہ

کروروں درود اور کروروں سلام
وہ روح مقدس پہ بھیجو مدام

آخری شعر سے پانچ شعر اوپر مصنف نے اپنا تخلص لکھا ہے۔

"ای شیدا ہی مضمون یہ دردناک
کیا صبر اپنی گریباں کو چاک"

ترقیمہ

تمت تمام شد اعجاز احمدی کاتب الحروف غلام علی برائے برخوردار سعادت اطوار ذوالفقار علی وصل علمہ وضاعف عمرہ وقدرہ واولادہ واحفادہ بحرمت النبی والہ الامجاد

(۲۹) ریاض الجنان (۲ ی ۳)

در مناقب اہل بیت کرامت عنوان

اوراق ۱۲۹۔ سطور ۲۴۔ تقطیع $\frac{1}{2}$ ۷ × ۵ نستعلیق خط کرم خوردہ عنوانات سرخی کے۔ مشکل الفاظ کے معنی ان کے نیچے سرخی میں لکھے ہوئے سن تصنیف ۱۲۲۷ھ ہجری۔

اس کتاب کے مصنف بھی مولانا محمد باقر آگاہ ہیں۔ (ملاحظہ ہو ۱ فہرست ہذا) اس کا موضوع اہل بیت کے مناقب ہیں اصل رسالہ منظوم ہے۔ لیکن اس سے پہلے ایک دیباچہ میں مصنف نے بعض ایسی کتابوں کا ذکر کیا ہے

جن کا حوالہ کہیں نہیں ملتا اور اتفاق سے وہ اسی مجموعہ میں شامل ہیں۔ اسی دیباچہ میں "محبوب القلوب" کی تاریخ تصنیف لکھی ہے۔ اپنے متعلق بھی بعض واقعات درج کئے ہیں۔ ضروری حصہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں آغاز یوں ہوتا ہے۔

بعد حمد و نعت کے کہتا ہے محمد باقر آگاہ
شافعی قادری بیجاپوری ایلوری توفیق دیوے
اللہ تعالیٰ اس کو .... وغیرہ

جہاں اس کتاب کی ضرورت بتلاتے ہیں۔ یوں رقمطراز ہیں کہ:۔

"ولی ایلوری اور شیدائی حیدرآبادی دکھنی زبان میں دو نسخہ منظوم لکھے نام ان کا "روضتہ الشہدا" اور "روضتہ الاطہار" مناقب عترت اخیار ان دونو ہیں"۔ باقر آگاہ ان دو نو کتابوں کو غلطیوں سے پر بتلاتے ہیں چنانچہ حکایہ کے واقعہ کو موضوع کہتے ہیں۔ وغیرہ

مصنف کے ذاتی حالات اس عبارت سے معلوم ہوتے ہیں۔

"بوج اے بھائی۔ یہ عاصی پندرھویں سال سے شعر کے سات الفت و ارتباط رکھتا ہے۔ اگرچہ شعر کم کہا تھا اسی واسطے تخلص اپنا مدت لگ مقرر نہیں کیا تھا جب ۱۱۸۴ھ اور ۱۱۸۵ھ میں بعض رسائل "ہشت بہشت" کے منظوم کیا لفظ باقر کہ جز نام ہی بجائے تخلص رکھا۔ من بعد بیچ سنہ ایکہزار ویکصد و نود و چہار کی وقت نظم کرنی دیوان عربی کے تخلص اپنا آگاہ مقرر کیا۔ اس تخلص کو اشعار عربی و فارسی میں لایا۔ اور اکثر مراثی اور ریختوں میں بھی اس تخلص کو

اختیار کیا۔ اور تتمہ رسائل "ہشت بہشت" میں کہ بیچ
سنہ ۱۲۶ (۱۲۲۶ سنہ) کے منظوم ہوئی۔ اور بیچ کتاب
محبوب القلوب کے کہ بیچ اوائل سنہ ۱۲۷ (۱۲۲۷ سنہ)
کے منظوم ہوئے اور اس رسالے میں کہ ریاض الجنان نام
رکھتا ہے۔ تخلص اپنا وہی لفظ باقر رکھا ہے۔ کیا واسطے کہ
رسائل اول کی جا بجا مشہور ہوئی تھی۔ اگر بعد ہوئی سو
رسالوں میں تخلص آگاہ لاتا تو دو تخلص ہوتے۔ اسو اسطے
وہی تخلص بحال رکھا۔ تا سب مثنویات دکھنی میں یک
تخلص رہے"۔

اصل رسالہ اس طرح شروع ہوتا ہے

درحمد حضرت قبلہ قدیر جل عن الشبہ والنظیر۔

اے تری بندگی میں کل موجود
کیا ملک کیا رسل ہیں سر بسجود

مثنوی بارہ "رضوان" (فصلوں) پر منقسم ہے۔ جن میں کئی "خیابان"
(ذیلی فصلیں) "گلدستہ" اور "نغمہ" (فائدہ) قائم کئے گئے ہیں۔

اختتام

ہر چند پایا وہ رتبہ سرور
ہے عرش جس متیں فروی سے کمتر
باایں جو گزرا خاطر میں اسپر
کرتا ہے میری خاطر کو بریاں
پیوستہ زیں غم ہر لحظہ آگاہ

بنے دختر نی اشکوالی اللہ

تمت

ترقیمہ ندارد - آخر میں ایک طویل فارسی نظم احمد علی صاحب کی لکھی ہوئی ہے - جو آخری تین اوراق پر حاوی ہے -

(۳۰) - شمائل محمدی (۲ ی ۲)

اوراق ۲۵ - سطور ۶ - تقطیع $6\frac{1}{2} \times 4\frac{1}{2}$ شکستہ آمیز نستعلیق خط - کاغذ دیسی سنہ کتابت وغیرہ ندارد

شمائل نبوی میں دکھنی مثنوی ہے - جو دکن کے ایک شاعر عثمان کی لکھی ہوئی ہے - ابتدا میں دیباچہ کے طور پر تقریباً آدھے حصے تک شمائل کی اہمیت پر بحث کی گئی ہے - ورق ۱۴ اب کی آخری سطر سے شمائل کا آغاز ہوتا ہے - مخطوطہ ترقیمہ یا سنہ کتابت اور دیگر امور متعلقہ تصنیف سے خالی ہے -

آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی گلشن دیدار میں توں
نبیکی نور سوں کر دو جہاں کوں

خاتمہ

لکھا عثمان عاشق ہو شمائل
ہمیشہ کر رکھو گل میں حمائل

محبت ہی رسول اللہ کی مجکوں
اور ان کی آل با صفا سوں
تمت تمام شد

(۳۱) غوث نامہ (۲۱ ی ۲)

اوراق ۸۸ سطور ۱۲۔ تقطیع $\frac{1}{2}$ ۷ × $\frac{3}{4}$ ۵۔ خوشخط نستعلیق
نیلے رنگ کے دبیز ولایتی کاغذ پر۔ تحریر خود مصنف کی
معلوم ہوتی ہے۔ سن تصنیف اور سن کتابت ایک یعنی
۱۲۷۵ھ

پہلے صفحہ پر خط نسخ میں "غوث نامہ" اور اس کے نیچے سرخی میں "شیخ سلیمان" نام لکھا ہوا ہے۔ جس سے دھوکا ہوتا ہے کہ شاید یہ شیخ سلیمان کی تصنیف ہے۔ لیکن چونکہ کتاب میں مصنف اپنا نام لعل خاں شاہ بتلاتا ہے۔ اس لئے قیاس یہ ہے کہ شیخ سلیمان اس مخطوطے کے مالک کا نام ہوگا۔

ہے عاجز بندہ لعل خاں شاہ غلام
کیا ختم یہ غوث نامہ تمام

رسالے میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ کے واقعات اور کرامات "حکایت" کے عنوان کے تحت نظم میں لکھے ہوئے ہیں۔

آغاز حمد سے ہوتا ہے۔

اول اسم اللہ ذات قدیم

یہ ہے باقی اسم سب صفاتی قدیم

اختتام

ہے عاجز بندہ لعل خاں شاہ غلام
کیا ختم یہ غوث نامہ تمام

تمت

ترقیمہ

تحریر فی التاریخ ۱۵ ماہ رجب المرجب سنہ ہجری مقدسہ ۱۲۷۵ بروز دوشنبہ بوقت چہار گھنٹہ۔ اتمام یافت۔

(۳۲) محبوب القلوب (۲ی ۲)

اوراق ۱۶۲ سطور ۱۷ تقطیع $\frac{1}{2}$ ۴ × $\frac{1}{2}$ ۶ شکستہ آمیز نستعلیق خط جابجا پانی کے دھبے لگے ہوئے ہیں سن تحریر ۱۲۵۵ھ

سن تصنیف ۱۲۲۷ھ

مولانا محمد باقر آگاہ قادری کی منظوم تصنیف ہے۔ جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب پر مشتمل ہے۔ اصل کتاب کی ابتدا میں ایک مبسوط دیباچہ نثر میں لکھا ہے جس میں کتاب کی ضرورت اس کے ماخذ اور ابواب و مضامین کی تقسیم کی تفصیلات درج ہیں۔ مصنف کی سوانح حیات پر بھی اس دیباچہ سے روشنی پڑتی ہے۔ کتاب کے ماخذ کئی ہیں۔ لیکن شیخ نورالدین علی شطنوفی شافعی کی عربی تصنیف "بہجتہ الاسرار"۔ اور فارسی "محبوب المعانی

مصنفہ میر محمد صادق قادری اورنگ آبادی۔ خاص طور سے مصنف کے پیش نظر رہی ہیں۔

اصل کتاب گیارہ وصل (فصل) اور کئی جلووں (ذیلی ابواب) پر مشتمل ہے۔ دیباچہ کا آغاز یہ ہے۔

"بعد حمد و نعت کے محمد باقر آگاہ شافعی قادری ایلوری توفیق دیوے اسے حق سبحانہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مناقب حضرت محبوب سبحانی کے علی جدہ علیہ الصلواۃ والسلام"......

آغاز (نظم)

کرے کوئی حمد تیرا کیا الٰہی
کہ ہے قدرت تری نہ تا بماہی

اختتام
آیات تیری نسخہ آفاق میں رقم
یوں یاد میں جسکا ہو ورق اصغر آفتاب

اس مخطوطے کے ساتھ ولی ویلوری کے ترجمہ "روضۃ الشہدا" کی مجلس دہم (ص ۲۰۹ فہرست ہذا) بھی منسلک ہے۔ جس کے خاتمے کے اشعار حسب ذیل ہیں۔

کیا ہوں ختم یو جب درد کا حال
ایکبارا سو پچھتا سین تیوں سال
نشان اس درد میں ہے زندگی کا
زمانہ مہدی آخر زماں کا
نشان ہے دولت و پایندگی کا
اتھا اس باعث امن و اماں کا

ولی اب رکھ قلم اور ختم کر بات
نبی ہور آل اوپر بھیج صلوات

ترقیمہ

یو کتاب واسطے مطالعہ فرمانے بی بی صاحبہ پیرانی ماں صاحبہ قبلہ دوجہاں کی واسطے روز پنجشنبہ وقت نماز صبح کے مہنہ ذیحجہ کا ہور تاریخ بست و نہم سلخ تھے۔ تمام ہوئی ۱۲۵۵ھ۔

محبوب القلوب کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی (حیدرآباد دکن) میں بھی موجود ہے۔ (جلد دوم ص ۱۵۶۲ نمبر ۵۳)۔

(۳۴) ہشت بہشت (۲ ی ۷)

اوراق ۱۶۵ سطور ۱۵ تقطیع ۱۱ × ۷ نستعلیق شکستہ آمیز خط عنوانات سرخی کے سنہ کتابت نساخ نصیرالدین "پہنے والا سری رنگ پٹن کا حال علاقہ بارہ رساقویں رسالہ کمپنی بہادر کا۔ مقام ساگر کینڈ کے مالک راجہ احمد و عبدالرحمن فرزندان عبدالرحیم سنہ تصنیف ۱۲۰۰ھ

اس کے مصنف بھی باقر آگاہ شافعی قادری بیجاپوری ایلوری ہیں (ملاحظہ ہو ۱)

یہ کتاب آگاہ کی اولین تصنیفات میں سے ہے۔ نثر کی طرف انھوں نے آخری عمر میں توجہ کی تھی اس کا موضوع سیرۃ النبوی ہے "ہشت بہشت" جیسا کہ

نام سے ظاہر ہے آٹھ رسالوں پر مشتمل ہے (جن کی تفصیل یہ ہے)
(۱) من دیپک نور نبوی کے احوال ہیں۔ (۲) من ہرن تولد کے بشارت میں (۳) من موہن۔ احوال ولادت میں (۴) جگ سوہن حالات زندگی میں (۵) آرام دل۔ شمائل اور اخلاق مصطفوی میں (۶) راحت جاں میں "خصائص" حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (۷) من درپن۔ اور (۸) من جیون۔ آنحضرت کے معجزات میں۔

یہ نسخہ نامکمل ہے۔ اس میں صرف آخری تین رسالے ہیں۔ ابتدائی پانچ رسالے اس میں موجود نہیں۔

"راحت جان" جو "ہشت بہشت" کا چھٹا رسالہ ہے اس نسخہ کا پہلا رسالہ ہے۔ اس میں حضرت نبی کریم کے خصائص پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مصنف نے ان کی چار قسمیں کی ہیں۔ اول وہ جو حضور انور کے ساتھ ہی مخصوص تھے مثلاً تہجد کی نماز کا فرض ہونا۔ دوم وہ جو آنحضرت پر حرام مگر امت محمدی کے لئے جائز ہیں مثلاً مال کفار کا لینا۔ سوم وہ جو آنحضرت اور امت دونوں پر حرام ہیں جیسے چار سے زیادہ نکاح یا زنا چوتھے وہ جن میں سے بعض آنحضرت کے لئے مخصوص ہیں اور بعض امت کے لئے۔

آغاز ہر رسالے کا حمد سے ہوتا ہے۔ "راحت جان" کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔

حمد بے حد اور ثنائے بے عدد
ہے سزاوار خداوند صمد
جس کا ہر مخلوق ہے سر عظیم
کیا کرے کوئی وصف اسکا اے حلیم

خاتمہ

دل کو میرے کر تری الفت نصیب
تن کو میرے قوت و صحت نصیب
ہور شہادت پر میرا انجام کر
اور مدینہ بیچ میرا کر حشر
"راحت جاں" یاں ہوا پورا تمام
از طفیل مصطفیٰ شاہ انام

اس کے بعد معجزات کا رسالہ "من درپن" شروع ہوتا ہے سرخی سے عنوان لکھا ہوا ہے۔ "ہفتم رسالہ من درپن"

آغاز

الٰہی کیا کروں اوصاف تیرے
کہ عقل و فکر یاں حیراں ہیں میرے
ہے طاقت کیا میرے عاجز بیاں کو
کہ کھولے حمد میں تیری زباں کو
کہاں ہمت ہے کلک نارسا کی
کہ بولے اک سخن تیرے ثنا کی

حمد اور نعت کے بعد اپنے مرشد شیخ ابوالحسن قربی قادری کی مدح لکھی ہے یہیں مصنف نے بیان کیا ہے کہ اردو میں کچھ رسالے اس موضوع پر لکھے گئے ہیں لیکن وہ مستند نہیں ہیں۔

اگرچہ معجزوں کے ذکر اندر
ہے نسخے بہت دیکھا اے برادر

ولے اکثر غلط اس کا بیاں ہے
محدث پاس جھوٹ اسکا عیاں ہے

اختتام

بحمد اللہ ہوا یہ نسخہ آخر
بحق مصطفیٰ سالار فاخر

ورق ۱۳۸ اب سے نیا رسالہ یعنے اٹھواں حصہ ''ہشت بہشت'' ''من چیون'' شروع ہوتا ہے جس کا موضوع وہی ہے جو اگلے رسالے کا ہے۔

آغاز

اے وجود ترا وجود عالم
تجھ علم سے ہے نمود عالم
ہے مہر سے تیرے عین اشراق
ہر ذرہ نفس اور آفاق
ہے علم ترا محیط کونین
جوں روح بہ جسم و نور درعین

خاتمہ میں سن تصنیف بیان کیا ہے۔ (۱۲۰۶ھ)

بارہ سے اپر تھے چھ برس جب
یہ نسخہ خوش ہوا مرتب

اس رسالے کی ابیات تعداد (۸۱۸) بتلائی ہے۔

ابیات سب اوسکے اے دل آرا
بے ریب ہیں آٹھ سے اٹھارہ

آگے مناجات پر خاتمہ ہے اخری شعر یہ ہے۔

نت ہوئے خدائے درست اوقات
روضہ پو ترے سلام وصلواۃ
تمت تمام شد

ہشت بہشت کا ایک مکمل مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی (حیدر آباد دکن) میں محفوظ ہے۔ (جلد دوم صفحہ ۱۸۸ نمبر ۵۳)

"ہشت بہشت" دو مرتبہ چھپ چکی ہے۔ پہلا اڈیشن ۱۲۶۲ھ میں مطبع راج کشن سے شائع ہوا۔ دوسرا مطبع عزیزیہ سے[1] ۱۲۷۰ھ کو نکلا۔

ترقیمہ

ایں کتاب مستطاب ہشت بہشت تصنیف مولوی
محمد باقر آگاہ مرحوم و مغفور کی ہے حیات سے
لکھا ہوا کاتب الحروف بندہ گنہگار اپنے گناہوں
سے شرمسار اللہ کی رحمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
شفاعت کا امیدوار نصیر الدین رہنے والا سری رنگ پٹن
حال علاقہ بازار ساتویں رسالہ کمپنی بہادر کا مقام ساگر
کنبہ کے مالک راجہ احمد عبد الرحمان و فرزندان
عبد الرحیم بتاریخ بست و نہم ماہ جمادی الاول ۱۲۶۹ھ
روز دوشنبہ بوقت عصر فضل سے پروردگار کے تحریر
یافت
تمام شد

---

[1] ۔ ملاحظہ ہو سرورق "ہشت بہشت" مطبوعہ عزیزیہ (۱۲۷۰ھ)

ب۔ تذکرے

(۳۵) ریاض العارفین (د ی ۱)

اوراق ۲۶۳-۲- سطور ۱۳- تقطیع ۸ ۳/۴ × ۶ ۱/۲ شکستہ آمیز خط
بعض مقامات کرم خوردہ۔ آب زدہ عنوانات سُرخی کے
ناسخ قادر خاں تاریخ کتابت پنجم ماہ جمادی الاول ۱۲۶۵ھ

یہ اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کا ایک ضخیم منظوم تذکرہ ہے۔ جسکے مصنف محمد اسحاق[1] بن اسحاق بیجاپور کے رہنے والے تھے انکی پیدائش ۱۱۴۸ھ میں ہوئی یہ تذکرہ ان کے قیام مدرے کے زمانے میں لکھا گیا ان کے چار بھائی تھے اس تذکرہ کی تصنیف کے وقت انکی عمر ۲۲ سال کی تھی ان کے والد جو ایک مشہور آدمی تھے ان کا انتقال ہو چکا تھا اسحاق نے اپنے ایک دوست یعقوب کے اشارے پر نظم دکھنی لکھنا شروع کیا یہ صاحب ان کے بڑے گھرے دوست تھے اور اسحاق کے قول کے مطابق دکھنی نظم کے استاد تھے۔ یہ امور سبب تالیف کتاب کے عنوان کے تحت بیان کئے گئے ہیں۔

شکر کر منعم کا اے اسحاق اب
جے تجھے بخشا ہے نعمت پاک رب

. . . .

[1] ۔ درگاہ پرشاد نادر نے اپنے تذکرہ شعرائے دکن موسومہ "خزینۃ العلوم" میں ایک اور محمد اسحاق کا ذکر کیا ہے جو سورت کے رہنے والے اور غالباً فارسی شاعر ابواسحٰق اطعمہ کی رعایت سے اپنے اشعار میں کھانے پینے کا ذکر لازماً لاتے تھے۔ (ملاحظہ ہو "خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم" صہ ۱۰۶۔ مطبوعہ مفید عام لاہور ۱۸۶۹ء)۔

گرچہ ہوں میں آج مدرے میں مقیم
لیک بیجاپور ہے وطن قدیم
باپ میرا مغفرت معمور ہے
سور منے جگ میں سب مشہور ہے
چار بھائیاں ہیں میرے شیریں مقال
فہم میں کامل فراست میں کمال
بھی مرا ہے دوستار دلپسند
نام ہے یعقوب اس کا ارجمند
مجھکوں اس سوں ہے نہایت اتحاد
نظم دکھنی میں ہے وہ بھی اوستاد

کتاب اپنے مطالعہ کے لئے لکھی تاکہ اس کو پڑھ کر خدا کا خوف ان پر ہمیشہ غالب رہے۔

کتاب کے مواد کی فراہمی میں جو جو کتابیں ٹٹولنی پڑی ہیں ان کا بیان اس طرح کیا ہے کہ میں گنہگار ہوں خیال تھا کہ کوئی ایسا کام انجام دوں جس سے اپنے گناہوں کی تلافی ہو۔ اس لئے۔

تا حکایات بزرگان سلف
اور مصفا نقلیات باشرف
جو فریدالدین عطار کرام
ذکر کہہ گئے اولیاؤں کا تمام
بھی صفا جامی کی تصنیفات کوں
راست اقوالاں کی تالیفات کوں

سعدی شیراز بھی جو کہہ گئے
راویاں سوں جو روایت رہ گئے
اور کلام پیشوایان فصیح
جن کی تصنیفات اخبار صحیح
ما سلف کے اولیاؤں کے کلام
ڈھونڈ کر میں اس کتاباں میں تمام
فارسی کے جوں نثر تھے سوں یہاں
نظم سوں دکھنی کے کرتا ہوں عیاں

کتاب کو گیارہ ابواب پر تقسیم کیا ہے۔ جن کی تفصیل انہیں کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

باب اوّل خواہش قوت حلال
باب دوم بندگی ذوالجلال
باب سوم ترس حق رکھنا مدام
باب چہارم ہے تحمل کا تمام
باب پنجم باب جو شام و سحر
حق اوپر رکھنا توکل کی نظر
باب ششم عاجزی لاتو بجا
عیب پوشی خلق کی کرنا سدا
باب ہفتم زہد کا ہے پر قدر
رنج اور سختی منے کرنا صبر
باب ہشتم عشق سوں بھرپور ہے

ہمت عشاق سوں ماموز ہے
باب نہم چھوڑدے کبر و منی
یاد حق سوں دلکوں دینا روشنی
باب دہم پاک کر مانند جاں
اولیاؤں کی کرامت کا بیان

ہر باب میں اس کے عنوان کے مناسب اولیائے کرام کی حکاتیں درج کی گئی ہیں۔ جملہ دو سو کے قریب اس طرح کی حکائتیں ہیں۔ حمد۔ نعت تعریف اصحاب اربعہ اور سبب تالیف کتاب کے بعد سے پہلی حکایت جو شروع ہوتی ہے وہ حضرت ابراہیم ادھم کی ہے۔

آغاز

ابتدا کرتا ہوں بسم اللہ سوں
صاحب اجلال عزو جاہ سوں
حمد حق ہے افسر فرق سخن
زینت ہر نامہ نو و کہن

خاتمہ

بھیج اپنی بندگی کو کر نمود
مصطفےٰ کی روح اشرف پر درود

سن تصنیف یہ ہے۔

اور سن ہجرت شہ ذوالافتخار
تھے ہزار و یک دو صد و شش در شمار

یہاں "یک" کا لفظ زیادہ ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف ۱۲۰۶ ہجری ہے۔

ترقیمہ

"تمت تمام شد کتاب ریاض العارفین من تصنیف حضرت اسحاق
تاریخ پنجم ماہ جمادی الاول ۱۲۶۶ھ ہجری۔ بدست کاتب
قادر خاں تحریر یافت"

(۳۶) تذکرہ جوہر فرد (۱ ی ۲)

اوراق ۱۳۴۔ سطور ۱۷۔ تقطیع $10\frac{1}{2} \times 6\frac{3}{4}$ نستعلیق خط
تحریر مصنف ہی کی معلوم ہوتی ہے سنہ تصنیف اور سنہ
کتابت ۱۳۲۷ھ ہے

یہ مخطوطہ شعرائے ملیح آباد کا ایک تذکرہ ہے جو سید محمد علی عرش ملیح آبادی نے لکھا ہے۔ سید محمد علی ملیح آباد کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام میر سجاد علی رضوی تھا۔ اوائل عمر ہی میں حیدرآباد دکن آ رہے۔ حکیم شاہ تصدق حسین عظیم آبادی کے مکان پر قیام رہا (تذکرہ جوہر فرد ص ۲۵۳) جو بازار گھانسی میں گوند کی باولی کے قریب تھا۔

شعر گوئی سے دلچسپی تھی حیدرآباد دکن کے اکثر مشاعروں میں غزلیں پڑھا کرتے تھے رسالہ "حدیقہ" "المعروف" اور "محبوب الکلام" میں کئی غزلیں چھپی ہیں دیوان بھی مرتب کیا تھا جو ۱۳۲۶ھ کی طغیانی رود موسیٰ (حیدرآباد دکن) میں کتب خانے کے ساتھ ضائع ہو گیا۔

مولف تذکرہ کی تجویز اصل میں ملیح آباد کی ایک تاریخ تیار کرنے کی تھی جس کا

ایک باب حالات شعرا پر بھی مشتمل ہوتا۔ لیکن یہ خیال عملی جامہ نہ پہن سکا۔ صرف تذکرہ کی حد تک ہی لکھ سکے۔

یہ تذکرہ دراصل مختلف شاعروں کے کلام کے ایک مجموعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ ابتدا میں مصنف نے صرف ملیح آباد کے شاعروں کا کلام جمع کیا تھا۔ بعد میں حاشیہ پر بعض شاعروں کے حالات بھی درج کردیے گئے ہیں اکثر شاعروں کے حالات میں سے کچھ بھی تذکرہ میں موجود نہیں۔ آخری انتخاب شیدا کا ہے۔

ایک دیباچہ اور فہرست کے علاوہ تذکرہ (۵۲) شعرا کے کلام کی انتخاب پر مشتمل ہے۔ ہر ایک شاعر کے کلام کا انتخاب لکھنے کے بعد کئی کئی صفحے چھوڑ دئے گئے ہیں۔ ترتیب ابجد وار ہے نہ تاریخ وار حاشیہ کی تحریروں کے علاوہ بعض جگہ خود متن میں کانٹ چھانٹ کی گئی ہے۔

دیباچہ میں مولف تذکرہ نے اپنی تجویز متذکرہ بالا کا ذکر کیا ہے ملیح آباد کے کچھ حالات لکھے ہیں۔ اور بتلایا ہے کہ یہ شہر اہل سیف کا معمورہ تھا۔ اور علم و عمل میں بہت پیچھے چنانچہ اس وقت تک قصبہ کا قصبہ جاہل مفلس ہے۔ (دیباچہ ص ۵)

آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و نعت کے بعد کمترین خلائق ...... ح سید محمد علی

ملیح آبادی ارباب علم و ہنر کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ۔

خاتمہ

زلزلہ آیا زمیں کو عرش کو جنبش ہوئی

ہجر میں اک آہ کی شیدا جو تجھ دلگیر نے

ترقیمہ ندارد

زبان اور قواعد

۱- قواعد

(۳۷) [زبان ریختہ ہندی کی صرف و نحو] (۱۳ز)

اوراق ۳۴ سطور ۱۳- تقطیع ۸ × ۵ ۳/۴ کرم خوردہ

یہ رسالہ مصنف کے الفاظ میں زبان ریختہ ہندی کی صرف و نحو سے متعلق ہے شروع یا آخر میں کہیں مصنف کا نام سن تصنیف نساخ یا سن کتابت کا پتہ نہیں چلتا۔ غالباً یہ انیسویں صدی کے ابتدا کی تصنیف ہے

رسالہ دو مقالوں پر مشتمل ہے پہلا مقالہ مفردات پر حاوی ہے اس میں تین بحثیں (فصلیں) ہیں پہلی بحث میں اسم کا ذکر ہے (یہ بحث چار ابواب پر منقسم ہے) دوسری میں فعل اور تیسری میں حرف سے بحث کی گئی ہے۔

دوسرے مقالہ کا موضوع مرکبات ہیں۔ یہ دو بحث پر مشتمل ہے۔ پہلی بحث مرکب غیر کلامی اور دوسری بحث کلام اور جملہ سے متعلق ہے۔

آغاز

"یہ رسالہ زبان ریختہ ہندی کی صرف و نحو پر مشتمل ہے دو مقالہ پر

مقالہ اوّل

"کلمہ وہ لفظ ہے کہ جو موضوع ہے واسطے ایک معنی مفرد کے"

اختتام

"فائدہ - دہسنا اور دہسکنا دونو مترادف ہیں ایسے چوسنا چسکنا ہٹنا ہٹکنا - اور بطور تکیہ کلام اکثر ایسے الفاظ ذکر کرتے ہیں یعنی جو ہے سو تمہارے سو - جن پر - صاحب مہربان یا خدا چشم بد دور - تمت بالخیر"

یہ رسالہ دو اور عربی قلمی رسالوں کے درمیان ایک جلد میں بندھا ہوا ہے پہلا عربی رسالہ مفتاح النحو ہے - دوسرا اور آخری رسالہ بھی نحو ہی سے متعلق ہے -

ب لغت

۳۸ - [اردو لغت] (۳ ز ۱)

اوراق ۱۰۶ - سطور ۲۰ تا ۳۰ تقطیع ۱۲ × ۷، نستعلیق شکستہ آمیز خط قدرے کرم خوردہ کاغذ دیسی، ترقیمہ وغیرہ نہیں ہے۔

یہ اردو کا ایک لغت ہے، جس میں اردو الفاظ کی تشریح فارسی زبان میں کی گئی ہے - اردو الفاظ جو اس میں شامل ہیں، ان کی ترتیب ابجدی ہے - ہر اردو لفظ سُرخی میں لکھا گیا ہے - اور اس کے مقابل اس کے فارسی معنی یا تشریح لکھی گئی ہے - جگہ جگہ حاشیہ پر اور سطور کے درمیان بھی عبارت لکھی ہوئی ہے -

دیباچہ، تمہید، یا ترقیمہ کوئی تحریر اس کے ساتھ موجود نہیں۔

آغاز

باب الف ممدودہ فصل الف آ امر بآمدن واو بزیادت واؤ نیز مستعمل بمعنے مذکور۔

خاتمہ

(میر تقی) افسوس سری مروی پر اتنا نحمہ کہ اب
بچتانا یہ نہیں سائی جو ہونا تھا ہو چکا

ج عروض وغیرہ

۳۹ گلدستۂ گفتار (۱۴۱)

اوراق ۲۷۔ سطور ۱۴۔ تقطیع ۶ × ۵ زرشت نستعلیق خط کرم خوردہ دیسی کاغذ سن تصنیف ۱۲۲۱ھ

گلدستۂ گفتار کا دوسرا نام "رسالہ ضلع جگت" بھی ہے یہ مشہور دکنی شاعر شیر محمد خاں ایمان کی تصنیف ہے (نمبر فہرست ہذا) اس میں ضلع اور جگت کی صنعت والے اشعار لکھے گئے ہیں۔ کتاب کا نام سن تصنیف اور مصنف کا صرف تخلص آخری دو شعروں میں آیا ہے۔ "گلدستۂ گفتار" تاریخی نام ہے جس سے سن نکلتا ہے۔

آغاز

"قبضۂ قدرت بیری چارکمان قربان بندۂ خاکی[1]... شاخ درشاخ حلقہ بگوش حلقہ کشی۔

---

[1] یہ حصہ کرم خوردہ ہے۔

اختتام

ایمان سخن تجھ سے میں کہتا ہوں راست
اس نسخہ کی تاریخ جو کی میں درخواست
چٹ غنچہ سوسن نے چمن میں مجھ سے
"گلدستہ گفتار" کہا بے کم و کاست

سرنامہ پر اور آخر میں ایک مہر لگی ہوئی جس میں سید غضنفر علی نام اور سن ۱۲۹۲ھ لکھا ہے۔

۱۲۲۰۔ "گلدستہ گفتار" کا ایک نسخہ آب زدہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی موجود ہے (جلد اول ص ۱۴۳ نمبر ۱۸۲) جو ۱۲۶۱ھ کا لکھا ہوا ہے۔

نظم

(۴۰) دیوان آگاہ (۷ نظم ۱)

اوراق ۲۵۰ - سطور ۱۳ - تقطیع ۸½×۶ خوشخط نستعلیق کاغذ ولایتی صفحات پر سرخی کا حاشیہ - عنوانات سرخی کے سن کتابت ندارد

یہ محمد باقر آگاہ شافعی قادری ایلوری کا ہندی (اردو) دیوان ہے (ملاحظہ ہو ۱ فہرست ہذا) تمام اصناف سخن پر مشتمل ہے - قصائد سے اس کا آغاز ہوتا ہے جن کی تعداد (۱۰) ہے - اس کے بعد غزلیں اور غزلوں کے بعد قطعات رباعیات رباعیات مستزاد مقطعات افراد کبت دوہرے اسی ترتیب سے درج ہیں -

ایک رباعی تلنگی زبان کی اور ایک فرد اروی زبان میں بھی موجود ہے -

یہ میر و سودا کے معاصر تھے سودا کے کلام کے آشنا بھی تھے جس کا پتہ بعض قصائد اور قطعات سے چلتا ہے - دکھنیت کے جزو کو علیحدہ کر کے آگاہ کا کلام سودا کا رنگ رکھتا ہے -

دیوان کی ابتدا میں ایک بسیط دیباچہ نثر میں ہے جس میں اصناف

شاعری اور خود زبان اُردو پر بحث کی گئی ہے موضوع کے اعتبار سے دیباچہ نہایت اہم جزو دیوان ہے[۱]۔

آغاز (دیباچہ)

''حمد و ثنا اس ذات اقدس کا کون کر سکے''

اختتام

نہیں موئے ہینگے شب کے جگنے سی لال اپنے نین ہمارے
وہ آرسی سی نگہ کے جوہر ہوئے نرگیں تِرہ ہمارے

اس کے بعد ''روداد بیداد سرکار طیبہ کے حضور میں'' کے عنوان سے ایک طویل مسدس سیماب صدیقی الوارثی اکبر آبادی کا درج ہے آگے ایک چھوٹی سی نظم شاہ کمال الدین بادشاہ قدس سرہ کی لکھی ہوئی ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

عدل حق سے ترسکاری خوب ہے
فضل سے امیدواری خوب ہے

اس دیوان کے نسخے کہیں دستیاب نہیں ہوئے۔ صرف ایک اور نسخہ آگاہ کے ایک رشتہ دار محمد حمید اللہ صاحب بی۔ اے۔ (عثمانیہ) کے پاس دیکھا گیا تھا[۲]۔ غالباً یہ دیوان۔ اس دیوان کی نقل ہے۔ دیوان میں ترقیمہ ندارد ہے۔

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ ''اردو'' بابتہ اپریل ۱۹۲۹ء۔
۲۔ ملاحظہ ہو رسالہ ''اردو'' بابتہ اپریل ۱۹۲۹ء۔

(۴۰) کلیات ایمان (۷ نمبر ۲)

اوراق ۱۲۶ اسطور ۱۲۔ تقطیع ۹ × ۶ نستعلیق خط عنوانات سرخی میں قدرے کرم خوردہ۔ نساخ مرزا ہاشم بیگ وصف

تحریر ۱۱ جمادی الاول سنہ ۱۲۴۵ھ

شیر محمد خاں ایمان دکن کے مشہور شاعر ہیں اسی کلیات کی ابتدا میں دیوان کی تحریر کے بعد کا لکھا ہوا ایک مختصر سا فارسی دیباچہ ایمان کی زندگی پر روشنی ڈال رہا ہے۔ دیباچہ کا عنوان یہ ہے۔

"مجملی از مفصل و مفصلے از مجمل ذکر شاعر نامور مرحوم شیر محمد خاں متخلص بہ ایمان"

اس میں زیادہ تر وہی حالات بیان کئے گئے ہیں جو صاحب گلزار آصفیہ[1] اور مولف "تذکرہ شعرائے دکن"[2] (محبوب الزمن) نے بیان کئے ہیں۔

ایمان کے والد محمد عاقل خاں جونا تک کے لقب سے مشہور ہیں حیدرآباد دکن کے باشندے اور اخبار گوئی یا وقایع نگاری کی خدمت پر مامور تھے۔ ایمان حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ اور عربی و فارسی کے متداول علوم و فنون کی تکمیل کے بعد باپ ہی کے عہدہ پر مقرر ہوئے۔ اپنے معاصر اخباریوں کے سردار تھے۔ دکن کے ہر قریے قصبے اور دیہات کے واقعات ان کو پوری طرح

---

[1] ۔ گلزار آصفیہ (مطبوعہ سنہ ۱۳۲۱ھ) ص ۴۴۳ تا ۴۴۴

[2] ۔ ملاحظہ ہو۔ از ص ۲۴۸ تا ص ۲۵۰ ۔

حفظ تھے سفر اور حضر میں حیدر آباد کے دیوان اعظم الامرا معین الدولہ شیر الملک ارسطو جاہ کی مصاحبت میں رہتے اور سرزمین دکن کے احوال ان کے سامنے بیان کیا کرتے۔

ایمان شعر فہمی اور شعر گوئی میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔ ان کے ہمعصر ان کی بڑی وقعت کیا کرتے اور استاد مانتے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ۱۲۱۶ھ سہ شنبہ کے روز رحمان ایلچی بیگ میں ایک مشاعرہ قرار پایا تھا جسمیں ہند اور دکن کے اکثر سربرآوردہ شعرا شریک تھے ایمان کے آنے میں تاخیر ہوئی لیکن ان کے آنے تک مشاعرہ شروع نہیں ہوا۔ دکن کی مشہور شاعرہ مہ لقابائی چندا (جو اردو کی پہلی صاحب دیوان عورت ہے[1]) سے ان کو خاص تعلق تھا جس کا حال خود کلیات ایمان کی اکثر نظموں سے معلوم ہو سکتا ہے کئی رباعیاں اور ایک طویل نظم ایمان نے مہ لقا کی تعریف میں لکھی ہے۔ چندا کا دیوان[2] ایمان ہی کی راہنمائی میں مرتب ہوا شاہ تجلی ایمان کے استاد تھے۔ جس پر ان کو بیحد فخر تھا۔ اس کا اظہار انھوں نے اپنی تالیف "تزک آصفیہ" میں کیا ہے۔

ایمان کی اردو نظم و نثر میں کئی ایک کتابیں بتلائی جاتی ہیں ذیل کی مشہور ہیں

(۱) کلیات (۲) سردار نامہ شطرنج (رسالہ شطرنج) (۳) گلدستہ گفتار (رسالہ ضلع جگت[3])

یہ کلیات ایمان کی غزلیات رباعیات مثلثات مسدسات قصائد اور مثنویوں پر مشتمل ہے۔

---

[1] پروفیسر بلوم ھارٹ نے "گلزار ستان ناز" مصنفہ درگا پرشاد نادر (مطبوعہ میرٹھ ۱۸۸۲ء ص ۲۰) اور "تذکرۃ النسا" (مولفہ درگا پرشاد نادر مطبوعہ دہلی ۱۸۷۸ء ص ۲۷) کے حوالے سے یہ واقعات بیان کئے ہیں ملاحظہ ہو نمبر ۲۱۸ - فہرست اردو مخطوطات انڈیا آفس

[2] چندا کے دیوان کا مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے (بلوم ہارٹ عدد ۲۱۸)

[3] ملاحظہ ہو فہرست ہذا عدد ۳۸

غزلیں ردیف وار لکھی ہوئی ہیں۔ سوائے ایک غزل کے جس کا مطلع یہ ہے۔

درد و غم ہجر کا مذکور کروں یا نہ کروں
تجھ سے اخلاص بدستور کروں یا نکروں

اور جو بجائے ردیف "ن" کے "ی" کے درمیان آگئی ہے۔

غزلوں کا حصہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

کب مجھ سے شکر ہوئے بیان اس کریم کا
عالم نواز جو کہ ہے گنج عمیم کا

ورق ۹۶ ب سے رباعیات شروع ہوتی ہیں جن میں سے ایک مہاراج[1] کے لڑکے کی سالگرہ کے موقع پر دوسرے امیر اعظم ارسطوجاہ[2] کی سالگرہ کے موقع پر کہی گئی ہیں۔ اکثر مہ لقابائی چندا کی تعریف میں ہیں بہت سی رباعیاں مروجہ مضامین شاعری پر ہیں۔

ورق ۱۰۱ ب۔ مسدسات۔ ایک بندہ نواز گیسو دراز خواجہ قاسم علی حسینی کی مدح میں ایک مہ لقا کی تعریف میں ایک نواب ارسطوجاہ کی مدح میں۔

ورق ۱۰۳ ب مخمسات جس میں سے تین سودا کی غزلوں پر ایک قائم کی غزل پر تضمین ہے۔ باقی عام مضامین شاعری سے متعلق ہیں۔

ورق ۱۰۹ ب قصائد۔ ایک نعت میں دوسرا منقبت علی کرم اللہ وجہہ۔ ایک قصیدہ نواب نظام علیخان بہادر کی مدح میں دو نواب اعظم الامرا ارسطوجاہ کی سالگرہ کی تہنیت میں نواب مغفرت مآب (نواب نظام الملک آصفجاہ بہادر) کی تہنیت نوروز میں ایک قصیدہ اور ایک

---

[1] غالباً مہاراجہ بہادر چندو لعل ہیں جو ایمان کے معاصر اور دکن کے مشہور امیر کبیر تھے۔ (ملاحظہ ہو گلزار آصفیہ" ص ۲۲۳ تا ص ۲۳۶)

[2] دیکھو "تاریخ گلزار آصفیہ" ص ۱۵۸ اعظم الامرا ارسطوجاہ معین الدولہ مشیر الملک غلام سید خاں بہادر جن کا سلسلہ نسب نوشیروان عادل پر منتہی ہوتا ہے۔ والد فرخ نژاد خاں نے حضرت آصف جاہ اول اور نواب میر نظام علی بہادر کے عہد میں ملک کی اہم خدمات انجام دیں (گلزار آصفیہ ص ۱۵۸)۔

قصیدہ رزمیہ درشان نواب غفراں مآب (نواب میر نظام علی خاں بہادر) دو قصیدے ارسطوجاہ کی مدح میں ایک نواب سردار الملک شہید کی تعریف میں۔ ایک ارسطوجاہ کی لڑکی کی شادی کے موقع پر ایک سلیماں جاہ کی سالگرہ کی خوشی میں اور ایک قصیدہ نواب منیر الملک کی مدح میں لکھا ہوا ہے۔

ورق ۱۰۸۔۱۱۱ ب مثنویات۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مثنوی باران برق تاب

(۲) " اشتیاق نامہ

(۳) " " معہ فراق

(۴) ہجو صاحب

پہلی غزل کے ناصیہ پر ایک مہر لگی ہوئی جو صاف نہیں ہے صرف "بیگمنہ لعل" پڑھا جاتا ہے مہر کا سنہ ۱۲۷۵ ہے۔

ترقیمہ:۔

تمت تمام شد دیوان شیر محمد خاں ایمان بموجب
حکم رائے سورجمل سرور بتاریخ ۱۱ رجمادی الاول ۱۲۴۵ھ
راقم الحروف مرزا ہاشم بیگ وصف

کلیات ایمان کے اور تین قلمی نسخے ہماری نظر سے گزرے جس میں سے ایک جناب عبدالرزاق صاحب مددگار صدر محاسب کے پاس دوسرا جناب عمر یافعی صاحب کے اور تیسرا کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ (ضمیمہ فہرست غیر مطبوعہ)

(۶۱) دیوان بیدار اور دیوان یقین (۳/۷)

اوراق ۱۶۱۔ سطور ۱۰۔ تقطیع ½۸ × ¾۵ نستعلیق خط دیسی کاغذ
یقین کا دیوان نامکمل ہے۔ آخری اوراق غائب نساخ
ہدایت بیگ سنہ تحریر ۱۲۱۲ھ

بیدار تخلص ہے میر محمدی کا جو شاہ جہاں آباد کے رہنے والے تھے خواجہ میر درد کے بڑے دوست تھے اور ان کی صحبت سے مستفیض کہا جاتا ہے کہ خواجہ صاحب کو اپنا کلام بھی دکھایا ہے شعر و شاعری کا بڑا ذوق تھا۔ دہلی کے زباندانوں کے ہمیشہ ہمنوا رہے۔ غزلیں ردیف وار ترتیب دی ہوئی ہیں۔ ورق ۸۱ ب تک غزلیں ہیں ۸۲ الف و ب پر ناتمام غزلوں کے مطلع اور مقطعے اور متفرق اشعار درج ہیں ورق ۸۳ ا مخمسات شروع ہوتے ہیں۔ ان میں سے دو حافظ کی غزلوں پر دو سودا کی ایک درد اور ایک قائم کی غزل پر تضمین ہے۔ دو مخمس اور ہیں جن میں سے ایک ناتمام منقول ہے۔ ورق ۹۲ ب پر جرأت کا ایک واسوخت لکھا ہوا ہے۔

آغاز

ہے نام تیرا باعث ایجاد رقم کا
محتاج نہیں وصف ترا لوح و قلم کا

خاتمہ

تیری سواری کی خبر سنتے ہی اے آرام جان
دوڑے ہیں باصد شوق سے گھر سے نکل اہل جہاں
کیا طفل کیا پیر و جواں کہتے ہیں وہ دیکھو میاں
سلطان خوباں سیر دہر سو ہجوم عاشقاں
چابک سواراں یکطرف سکیں گدایاں یکطرف

اس دیوان کے خاتمہ کے بعد جرات کا ایک واسوخت درج ہے۔

"یارب اندوہ جدائی سے تو مرنا بہتر"

دیوان بیدار کے دو نسخے انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہیں۔ (ملاحظہ ہو فہرست مرتبہ بلوم ہارٹ نمبر ۱۵۶ و ۱۵۷)

ورق ۹۴ ب سے یقین کا دیوان شروع ہوتا ہے۔ یقین[1] کا پورا نام انعام اللہ خاں ہے جو دہلی کے ابتدائی ریختہ گو شعرا میں ہیں۔ شاہجہاں آباد کے متوطن اظہر الدین خاں کے بیٹے اور شیخ عبدالاحد سرہندی مجدد الف ثانی کے پر پوتے تھے۔ اردو کے باکمال شاعر مرزا مظہر جانجاناں کے بڑے پیارے شاگرد تھے۔ شہر میں ان کے متعلق یہ افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ یہ خود شعر نہیں کہہ سکتے بلکہ مرزا مظہر شعر کہکر ان کا نام داخل کر دیا کرتے ہیں۔ لیکن میر تقی میر نے اپنے تذکرہ میں اس کی تردید کی ہے۔ مخفی نے لکھا ہے کہ ۲۵ سال کی عمر میں کسی تقصیر پر انکے باپ نے ان کو مار ڈالا[2]۔

یقین کی شاعری کا درجہ بہت بلند ہے اپنی شاعری کے آگے وہ دوسروں کے اشعار کو ہیچ سمجھتے تھے اگر وہ نو عمری میں انتقال نہ کرتے تو

---

[1] تذکرہ "گلشن ہند" مرزا علی لطف ۔ (مطبوعہ سنہ ۱۹۰۶ئہ) صہ ۵۹

[2] تذکرہ "گلشن ہند" صہ ۱۰۵

یقین ہے کہ میر سے بھی زیادہ ”بد دماغ“ ہوتے۔ اکثر تذکروں میں ان کا حال ملتا ہے
ان کے دیوان کا ایک کمیاب مطبوعہ نسخہ ہماری نظر سے گزرا ہے جو ۱۲۰۰ھ میں
بمبئی میں چھپا تھا۔ ۱۳۰۶ھ میں اس کا ایک اور اڈیشن چھپا۔

آغاز

کون کرسکتا ہے اس خلاق اکبر کی ثنا
نارسا ہے شان میں جس کے پیمبر کی ثنا

اختتام

کوہی فرہاد جیسی نانیکو ثنا کرمارے (؟)
یقین ہم وہاں اگر ہوتے تو ایک دو دو کرتے بچن

گوشہ صفحہ میں ”رہے ہیں“ لکھا ہوا ہے۔ جو آئندہ صفحہ کا پہلا لفظ ہوگا۔
دیوان یقین کے دو نسخے کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہیں۔ (جلد اول ص ۷۲۲ نمبر ۱۶۷ و ۱۴۸)
ترقیمہ ندارد۔

(۴۲) دیوان جرات (۷ نمبر ۴۳)

اوراق ۱۰۵۔ سطور ۹۔ تقطیع ½ ۷ × ½ ۵ شکستہ آمیز نستعلیق خط
مقطع میں تخلص سرخی سے کاغذ دیسی۔ سنہ کتابت وغیرہ

ندارد

یہ یحییٰ امان شیخ قلندر بخش جرات کا دیوان ہے جو صرف غزلوں پر مشتمل ہے۔ جرات کے والد
حافظ امان دہلی کے رہنے والے تھے۔ انکے اجداد کو شہنشاہ اکبر کے دربار سے ”امان“

(یامان) کا خطاب عطا ہوا تھا انھیں میں سے ایک ایے امان نادر شاہ کے حملۂ دہلی ۱۱۵۲ھ (۱۷۳۹ء) میں مقتول ہوئے تھے۔ وہ کوچہ جس میں یہ رہا کرتے تھے ابتک ان کے نام سے موسوم ہے۔

جرأت نے سب سے پہلے بریلی کے نواب محبت خاں ابن حافظ رحمت خاں کی ملازمت اختیار کی ۱۲۱۵ھ میں وہ لکھنؤ آئے جہاں مرزا سلیمان شکوہ خلف شاہ عالم بادشاہ کی سرپرستی نصیب ہوئی یہیں انکا انتقال ۱۲۲۵ھ میں ہوا نساخ اور ناسخ دونوں نے انکی وفات پر تاریخی قطعے لکھے۔

جرأت مرزا جعفر علی حسرت کے شاگرد تھے۔ شاعری کے علاوہ موسیقی اور نجوم میں بھی دستگاہ تھی۔ بدقسمتی سے کم عمری میں انکی آنکھیں ضائع ہوگئی تھیں جسکے کئی لطیفے نہایت تفصیل کیساتھ آزاد نے اپنے [illegible] شگفتہ اسلوب میں بیان کیے ہیں[1] نساخ کے خیال کے مطابق ان کی آنکھیں انیس سال کی عمر میں چیچک سے ضائع ہوئیں۔

دیوان جرأت کا ایک نسخہ کتبخانہ انڈیا آفس میں (فہرست مرتبہ پروفیسر بلوم ہارٹ ۱۹۲۲ء) اور برٹش میوزیم میں ایک نسخہ کلیات کا (۶۶) اور ایک نسخہ دیوان کا (۶۶) موجود ہے۔

آغاز

نالۂ موزوں سے مصرعہ آہ کا چسپاں ہوا
زور یہ پر درد اپنا مطلع دیوان ہوا

خاتمہ

عاشق بنے دل بلاق یار کے موتی کی طرح
بوسے کی خواہش میں اس لب پہ لٹکتے رہ گئے

ترقیمہ نہیں ہے۔ درمیان میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا گیا ہے کہیں کہیں غزلوں کے نیچے یا درمیان جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ سرورق اول پر مظہیر الدین احمد خاں بہادر کی تین مہریں لگی ہوئی ہیں جس کا سنہ ۱۲۸۱ھ ہے۔

---

[1] آبحیات (مطبوعہ کریمی پریس، دسواں اڈیشن) ص۔

(۴۳) دیوانِ سراج (۵/۱۷)

اوراق ۱۴۳ - سطور ۱۰ - تقطیع ¾۷ × ½۴ - خوشخط نستعلیق
کاغذ دیسی - مکتوبہ ۱۲۱۵ھ بمقام حیدرآباد دکن نساخ کا نام نہیں ہے

یہ سید شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی کے دیوان کا ایک غیر مکمل نسخہ تھا - لیکن کتب خانہ میں داخل کرنے کے وقت اسکی وہ تمام غزلیں جو اس میں موجود نہیں تھیں کتب خانہ آصفیہ کے نسخوں کو پیش نظر رکھکر لکھوالی گئی ہیں - جو ضمیمہ کے طور پر دیوان کے ساتھ منسلک ہیں -

سراج کی مثنوی "بوستان خیال" اس مجموعہ میں شامل ہے (ملاحظہ ہو ۵۴)
دیوان کے نسخے کمیاب ہیں جن میں سے ایک غیر مکمل نسخہ کتب خانہ انڈیا آفس میں موجود ہے - جس کی ابتدا ردیف واؤ کی ایک غزل سے ہوتی ہے -

اُس لب لعل کو تم شکرِ شیریں کہو
اس کف دست کو گلدستہ نگیں کہو

(ملاحظہ ہو فہرست بلوم ہارٹ ۲۱۹)

دو نسخے کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد دکن) میں بھی ہیں (ملاحظہ ہو
۹۹ و ۳۹۱ دواوین اردو فہرست جلد اول ص ۵۵)

آغاز

نام تیرا مطلع فہرست ہی دیوان کا
ہے زبان کا ورد خاصہ اور وظیفہ جان کا

خاتمہ

کیا ہے پردہ دل جس نے فانوس
سراج اس کو خیال شمع رہی

ترقیمہ

تمت تمام شد دیوان سراج مرقوم بست ہشتم ربیع الاول ۱۲۱۵ھ
در بلدہ فرخندہ بنیاد

(۴۴) دیوان عاشق (۷،۶ ن)

اوراق ۸۸ ۔ سطور ۱۷ ۔ تقطیع ۱۰ × ۶ خوشخط نستعلیق کرم خوردہ
کاغذ دیسی آخری حصہ ناقص ۔ آخری اوراق غائب

دیوان میں کسی جگہ سے مصنف کے نام کا پتہ نہیں چلتا ۔ آخری اوراق نہ ہونے کی وجہ سے کاتب کا نام اور سن کتابت بھی نہیں ملتے غالباً یہ عاشق کوئی غیر معروف شاعر ہے جس کے اشعار موجودہ تذکروں میں نہیں ملتے زبان نسبتۃً صاف اور شستہ ہے ۔ غالب قیاس یہ ہے کہ یہ کوئی شمالی ہند کا شاعر ہے جو انیسویں صدی کے اوائل میں گزرا ہے ۔

دیوان غزلوں پر مشتمل ہے جو ردیف وار ترتیب دی گئی ہیں ۔
آغاز حمد سے ہوتا ہے ۔

کر سکے وصف اس خدائے پاک کا
ہے کہاں مقدور مشت خاک کا
پہونچی اس کی معرفت کے کنہ کو

حوصلہ نہ فہم نہ ادراک کا

خاتمہ

رخصت جان ہے کیا اج ہمارے تن سے

نالہ دلکی جو کچھ شب سے صدا آتی ہے

اسی ورق (۸۰ ب) کے گوشہ میں آئندہ صفحہ کا ابتدائی لفظ "بیطرح"........ (اور کچھ لکھا تھا جو ضائع ہو گیا ہے) لکھا ہوا ہے۔

(۴۵) دیوان ولی (۷ن۷)

اوراق ۳۰، ۲۳ سطور ۹ تقطیع ۹×۵ نستعلیق خط سنہ ۱۲۱۳ کو شہر حیدرآباد میں لکھا گیا۔ نساخ نے کاتب الحروف لکھکر نام چھوڑ دیا ہے۔ کاغذ دیسی چند اوراق کا حاشیہ سرخی سے منقش ہے

ولی کے نام اور وطن کے متعلق اختلافات ہیں۔ اس کی وجہ اس نام کے کئی ایک شاعروں کے حالات کا مخلوط ہو جانا ہے۔ منشی درگا پرشاد نادر نے اپنے تذکرہ شعرائے دکن موسومہ "خزینۃ العلوم فی المتعلقات المنظوم" (لاہور ۱۸۷۹ء صفحہ ۱۶ اور صفحہ ۲۲) میں اس کو گجرات کا باشندہ بتلایا ہے آزاد[۵۱] نے بھی حکیم قدرت اللہ خان قاسم کے حوالے سے اس کو احمد آباد (گجرات) ہی کا باشندہ فرض کیا ہے۔ لیکن ولی "نظم اردو کی نسل کا آدم"

۵۱ "آبحیات" دسواں اڈیشن صفحہ ۹۰

اورنگ آباد کا باشندہ ہے۔ (چمنستان شعرا اور نکات الشعرا) چند روز کے لئے دلی گجرات دہلی اور حرمین الشریفین بھی گئے تھے۔ صوفی منش ہونے کی وجہ سے گجرات کے اولیا اللہ سے خاص عقیدت تھی۔ سورت کی تعریف میں بعض بہترین نظمیں لکھی ہیں جن سے ان کے گجراتی ہونے کا دھوکہ ہوتا ہے۔

دلی کا پورا نام محمد ولی ہے۔ انکی تاریخ پیدائش ۱۰۷۹ھ بتلائی جاتی ہے[1] نہیں ۱۱۱۲ ہجری میں احمد آباد سے ابو المعالی کے ہمراہ دہلی گئے تھے اس سے پہلے ہی ان کی اردو شاعری کا آغاز ہو چکا تھا۔ دلی مین شاہ سعد اللہ گلشن سے بیعت کی اور کچھ عرصہ کے بعد اورنگ آباد واپس ہوئے۔ پھر گجرات کا سفر کیا۔ یہاں عرصہ تک رہے اور تعلیم پائی یہیں ان کی منظومات کا بیشتر حصہ مرتب ہوا غالباً اس کے بعد وہ حرمین الشریفین روانہ ہوئے۔ اس کا ذکر اپنے ایک شعر میں کیا ہے۔

رونے ستی فارغ (ہو) ولی پیو کو دیکھا
کعبے کی زیارت کیا دریا سوں اتر کر

ولی نے حسب ذیل تصنیفات چھوڑے۔ (۱) کلیات (۲) وہ مجلس منظوم (۳) رسالہ نور المعرفت (نثر میں) شیخ محمود کرمانی کے سلوک کے ایک رسالے کا ترجمہ ہے۔ جو ۱۱۰۹ھ میں مکمل ہوا۔

کلیات میں بیشتر غزلیں ہیں جو ردیف وار ترتیب دی ہوئی ہیں انکے علاوہ رباعیات فردیات مخمسات مثلث ترجیع بند مثنویات اور قصائد بھی ہیں۔

ولی کا کلیات گارساں دتاسی کے اہتمام سے ۱۸۳۴ء میں بمقام پارس چھپا۔ اور ۱۸۳۶ء مین بعض غزلوں کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوا ۱۸۷۴ء

---

[1] مقدمہ کلیات ولی مطبوعہ انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد دکن) ۱۹۲۷ء ص ۱۴

میں بمبئی میں محمد منظور نے اس کو چھاپا تھا۔ اس کا ایک اور اڈیشن منشی نولکشور نے ۱۸۷۸ء میں لکھنؤ سے شائع کیا۔ یہ مطبوعہ کلیات محمد مردان علی خاں نظام (جو سلطنت میواڑ کے دیوان اور وزیر اعظم رہ چکے تھے) کے کتب خانہ کے مخطوطہ سے منقول تھا۔ ۱۸۰۸ء میں مسٹر ہوئے لکھنؤ کے مجسٹریٹ نے ولی کی چند غزلوں اور قصیدوں کو فراہم کیا جو نول کشور کے مطبوعہ نسخہ کے ساتھ ضمیمہ کے طور پر شامل کر لئے گئے ہیں۔ حال ہی میں انجمن ترقی اردو نے اس کا ایک نیا اڈیشن بسیط مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ولی کی وفات کا ٹھیک سنہ نہیں معلوم ہوا۔ لیکن[1] ۱۱۳۰ھ اور ۱۱۴۳ھ کے درمیان اس کا انتقال ہوا۔ کیونکہ پہلے سن میں ولی نے اپنی کتاب ترجمہ روضۃ الشہدا[2] ختم کی اور ۱۱۴۳ھ کے لکھے ہوئے ایک دیوان[3] کے آخر میں ختم شد دیوان ولی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے اس سنہ میں موجود نہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ غزلوں کا آغاز یہ ہے۔

کتیا ہوں ترے نام کوں میں ورد زباں کا
کتیا ہوں ترے شکر کوں عنواں بیاں کا
جس گرد اوپر پاؤں رکھیں ترے رسولاں
تس گرد کوں میں کحل کروں دیدہ جاں کا

ورق ۱۸۵ب سے رباعیات شروع ہیں۔ پہلی رباعی یہ ہے۔

اے جیو دو عالم کا ترے مکھ پہ فدا
محتاج تری ذات سوں سب شاہ گدا

---

[1] انڈیا آفس کے اردو مخطوطات کی فہرست نمبر ۱۱۳ صفحہ ۶۱
[2] انڈیا آفس کے اردو مخطوطات کی فہرست نمبر ۱۱۲
[3] "اردوئے قدیم" مولفہ مولوی شمس اللہ قادری صفحہ ۹۸

مجھ عاجز بیکس پہ نظر رحم سوں کر
اے منظر ہر ناظر منظور خدا

ورق ۱۸۸ ب سے فردیات شروع ہوتے ہیں۔

درزن سوں کہا کیا تیرِ برمیں دکھا مجھ
بولی کہ نکو چھیڑ مجھے سینا ہے

ورق ۱۸۹ ب سے مخمسات کا آغاز ہوتا ہے۔ پہلا شعر یہ ہے۔

تیرِ قدم کے فرش میرِ نین سب دن اچھو
تجھ نقش پا مجھ سیس کا حب الوطن سب دن اچھو

ورق ۲۰۱ ب سے مثلث شروع ہوئے ہیں۔

دیکھ غمزہ تیرے کا جور وجفا
ہوش عاشق کے اوڑ چلے یہ ہوا

ورق ۲۰۲ ا سے ترجیع بند شروع ہوتے ہیں پہلا شعر یہ ہے۔

اے توں مقبول سرور عالم
وے توں فہرست دفتر عالم

ورق ۲۰۹ ب سے غنویات شروع ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے۔

الہٰی دل اوپر دے عشق کا داغ
یقین کہ نین جن سٹ کحل مازاغ

ورق ۲۱۲ ب سے قصائد شروع ہوئے ہیں۔

عشق میں لازم ہے اول (؟) کوں فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے

ترقیمہ

آمدہ در معرض قرطاس دیوان ولی

از برائے خاطر معمور شاہ قادری

تمت تمام شد دیوان ولی بتاریخ بست و چہارم بروز چہار شنبہ

در پہر اول در بلدہ فرخندہ بنیاد ۱۲۱۳ھ ہجری

اس کے بعد ایک مرثیہ شروع ہوتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

جب سوں گئے دوستہاں آہ دریغا دریغ

غم میں ہے ہر دو جہاں آہ دریغا دریغ

دیوان ولی کے مخطوطے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں (انڈیا آفس ۱۱۴۳ تا ۱۲۰۱ ۸ نسخے برٹش میوزیم ۱۵۸ اسپرنگر ۶۰۱)

(۴۶) دیوان ہزبر (۷۸ ن ۴)

اوراق ۵۶ سطور ۱۴-۱۵ تقطیع ۱۱ × ۷ نستعلیق چکنے ولایتی کاغذ پر ۱۶ شعبان ۱۳۳۰ھ روز چہار شنبہ کو شہر حیدر آباد دکن میں محمد اشرف الدین ولد محمد عزیز الدین صیغہ دار مرافعہ محکمہ معتمدی صرف خاص مبارک پیشی خداوندی کے ہاتھ کا لکھا ہوا سنہ تصنیف

۱۲۹۷ ہجری

دیوان ہی کے ورق اول کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزبر تخلص ہے مرزا محمد ہزبر علی بہادر بے کا جو ابو المنصور ناصر الدین بادشاہ عادل قیصر زمان محمد واجد علیشاہ بادشاہ اودھ کے خلف اکبر تھے۔

آغاز

عقل حیراں ہوگئی محو تماشا ہو گیا
کیا کہوں ایک لفظ کن سے خلق کیا کیا ہو گیا

خاتمہ

شہرہ ترے سخن کا ہر سو ہر ایک پہنچا
دیکھو ہیں اچھی ہیں کیا کیا تحسین و آفریں کی

آخر میں مصنف نے تاریخ طبع دیوان ایک مصرعہ سے ۱۲۹۰ھ نکالی ہے۔

بین لطف خیابان محبت

اس تاریخی قطعے کے علاوہ منشی محمد عبد العزیز اعجاز رقم کے چار تاریخی قطعے ہیں اور منشی محمد یعقوب کا ایک جس پر دیوان ختم ہوتا ہے۔

ترقیمہ

کتاب ہذا بتاریخ ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ بوقت چار ساعت صبح بروز چہار شنبہ از قلم عاصی کمترین نیاز آگین محمد اشرف الدین ولد عالیجناب مولوی محمد عبد العزیز صاحب صیغہ دار مرافعہ محکمہ معتمد سر خاص و پیشی خداوندی اعلحضرت بندگانعالی میر عثمانعلیخاں بہادر والی دکن شروع نمودہ بتاریخ ۱۷ رمضان ۱۳۳۰ھ بروز دو شنبہ بوقت سات ساعت صبح باتمام رسید

(۷۴) گلدستہ انشا (۷۰۱۹)

اوراق ۱۶۵ سطور ۱۲- تقطیع ۱۲ × ۸½ خط نستعلیق شکستہ آمیز

۴
۱۲۷۰

بے حد کرم خوردہ نساخ میر ابو القاسم طبا طبائی مکتوبہ ۲۹ صفر ۱۲۷۰ھ

یہ کلیات میر انشاء اللہ خاں انشا کے کلام کا مجموعہ ہے۔

شعرائے اُردو میں انشا کا درجہ نہایت بلند ہے۔ انشا حکیم میر ماشاء اللہ خاں کے فرزند ہیں جو مصدر تخلص کرتے تھے۔ ان کے افادات سے بھی کئی نظمیں موجود ہیں۔ حکیم ماشاء اللہ خاں کے آبا و اجداد نجف اشرف کے رہنے والے تھے۔ ان کے باپ نواب ذو الفقار خاں کے عہد میں ہندوستان آئے اور مرکز علما دہلی میں مقیم ہوئے حکمت کے زور سے دربار تک رسائی حاصل کی اور درباری طبیب مقرر ہو گئے۔ دہلی کی تباہی کے بعد حکیم مصدر مرشد آباد میں نواب سراج الدولہ کے پاس آ رہے جہاں ان کی بڑی وقعت کی جاتی تھی یہیں میر انشا تولد ہوئے۔

انشا نے متعدد علوم و فنون اور السنہ میں کمال حاصل کیا اور فن شعر میں والد سے مستفیض ہو کر دہلی کی طرف کوچ کیا۔ یہاں شاہ عالم بادشاہ نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ کچھ دن یہاں گزارنے کے بعد انشا لکھنؤ آ کر مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے (۱۲۰۰ھ) لکھنؤ میں انھیں شہزادہ سلیمان شکوہ کی سرپرستی مل گئی۔

شہزادہ خود بھی شاعر تھا۔ اور مشہور شاعر غلام ہمدانی مصحفی سے شعر میں اصلاح لیا کرتا تھا۔ اب یہ خدمت انشا کے سپرد ہوئی نواب سعادت علی خاں سے بھی خوب ربط و ضبط بڑھ گیا۔ نواب موصوف کے لطائف کو انشا نے "لطائف السعادت" کے نام سے جمع کیا۔ (ملاحظہ ہو ریو کا فارسی کٹلاگ صفحہ ۱۹۶۱ ل) آزاد لکھتے ہیں کہ انشا کا انتقال ۱۲۳۳ھ[1] میں ہوا یہ سنہ ان کے ایک شاگرد بسنت سنگھ نشاط کے قطعہ تاریخ سے نکلتا ہے۔

---

[1] آبحیات (دسواں اڈیشن) ص ۲۶۹

انشار کئی زبانوں کے ماہر اور اپنے باپ کی طرح حاذق طبیب بھی تھے فارسی اور عربی میں کمال حاصل ہونے کے علاوہ ترکی کشمیری برج بھاشا پشتو پنجابی اور دوسری زبانوں سے بھی فی الجملہ آگاہ تھے۔ انشار پہلے شخص خیال کئے جاتے ہیں جنھوں نے اردو زبان کی لسانیات پر قلم اٹھایا اور "دریائے لطافت" کی صورت میں اپنی کاوشوں کو جلوہ گر کیا۔ مشہور ہے کہ انشا نے یہ کام مرزا محمد قتیل لکھنوی کی شراکت میں ۱۲۲۰ھ کو مکمل کیا۔ "دریائے لطافت" کے ٹائپ اور لیتھو میں کئی اڈیشن نکل چکے ہیں ۱۲۴۸ھ میں بمقام مرشدآباد طبع ہوئی۔ (ملاحظہ ہو ریو صفحہ ۹۹۸ ب) پشتو فارسی زبان کی قواعد پر بھی انھوں نے ایک مثنوی لکھی اور ایک داستان جس میں فارسی یا عربی لفظ کے نہ لانے التزام کیا گیا ہے۔ پشتو کی قواعد کا انگریزی ترجمہ پادری ایس سلیٹر نے لکھ کر ایشاٹک سوسائٹی بنگال کے رسالے میں شائع کیا (جلد ۲۱ اور ۲۴، ۱۸۵۲ء و ۱۸۵۵ء)[۱]

کلیات انشا دہلی میں ۱۸۵۵ء میں طبع ہوئی اور ۱۸۷۶ء میں لکھنؤ سے چھپی۔ اکثر اڈیشن کلام کی ترتیب میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ زیر نظر کلیات کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

اس مخطوطے کے ابتدائی تین اوراق میں سے پہلا سادہ دوسرے تیسرے اور چوتھے (رخ ۱) پر متفرق تحریریں ہیں۔ ورق ۴ ب سے قصائد شروع ہوتے ہیں۔ پہلے قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے۔

اے خداوند مہ و مہر و ثریا و شفق
لمعہ نور سے ہے تیرے جہاں کو رونق

پہلا قصیدہ حمد دوسرا منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں باقی قصیدوں

---

[۱] انشا کی تصنیفات کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فہرست اردو مخطوطات انڈیا آفس لائبریری۔ انشاریہ صفحہ ۱۵۵

میں ایک شاہ عالم بادشاہ اور ایک سلیمان شکوہ کی مدح میں ہے۔ غزلیں ورق ۹۱ الف سے شروع ہوتی ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے۔

صنما برب کریم یہاں تیری ہیں ہر ایک یہ مبتلا
کہ اگر الست بربجم تو ابھی کہی تو کہیں بلا

ورق ۱۲۹ ب پر غزلیں ختم ہوجاتی ہیں۔ اس کے آخر میں ایک ترقیمہ ہے جس کی نقل یہ ہے۔

"تمت بالخیر دیوان میر انشاء اللہ خاں بتاریخ ۲ شہر صفر المظفر سنہ ۱۲۳۰ھ ہجری بروز یکشنبہ

ورق ۱۳۰ الف سے ریختی کا دیوان شروع ہوتا ہے۔ جس کا پہلا شعر حسب ذیل ہے۔

جب سے کہ سامنا ہے اس چاد کی کلی کا
ہے درد مجھکو حضرت مشکل کشا علی کا

ورق ۱۶۱ ب پر ریختی کا دیوان بھی ختم ہوجاتا ہے۔ اس کے آخر میں ترقیمہ یہ ہے۔

تمت تمام شد بتاریخ بست و نہم بیستم شہر صفر المظفر سنہ ۱۲۳۰ ہجری بروز شنبہ کاتب الحروف میر ابوالقاسم طباطبائی

ورق ۱۶۱ ب کے بعد ایک قصیدہ نظام الملک سلیمان شکوہ آصف جاہ کی مدح میں لکھا ہوا ہے۔ جو ان کی سالگرہ کے موقع پر لکھا گیا ہوگا۔ پہلا شعر یہ ہے

زہی فتوح کہ کھولیں دلوں سنی یار گرہ
موافقت کہ بہم دیں باختیار گرہ

خاتمہ [ک]

کہو

مخالفونکی بجز آتش جحیم کہیو
کہلی نہ کام سے ہرگز سپند دار کرہ

کھلے

آخری دو اوراق بھی متفرق تحریروں سے بھرے ہوئے ہیں۔

انشا کی کلیات کا ایک نسخہ ۱۸۲۶ء کا لکھا ہوا کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے (ملاحظہ ہو فہرست جلد اول ص۵۲۳، نمبر ۴۵۵) ایک نسخہ کا ذکر اسپرنگر نے کیا ہے جو موتی محل میں تھا ملاحظہ ہو اسپرنگر کی فہرست مخطوطات مشرق کتب خانہ جات شاہ اودھ جلد اول ص۶۱۵ نمبر ۶۳۷۔ موتی محل میں انکی مثنوی "مرغنامہ" کا بھی ایک مخطوطہ تھا۔ انڈیا آفس لائبریری میں کلیات کا ایک نسخہ ہے (بلوم ہارٹ کی فہرست ہندوستانی مخطوطات نمبر ۱۷۶)

(۴۸) کلیات انشا (ن۷ نمبر ۱۰)

اوراق ۱۱۲۔ سطور ۱۳۔ تقطیع ½۸ × ۷ شکستہ آمیز نستعلیق خط کرم خوردہ مکتوبہ ۱۲۴۰ھ۔ ناسخ کا نام نہیں ہے

یہ سید انشاء اللہ خاں انشا (ملاحظہ ہو ۴۴ فہرست ہذا) کے قصائد غزلوں اور رباعیات کا مجموعہ ہے۔

آغاز

صنما برب کریم یہاں تو ہیں ہر ایک یہ قبلا
کہ اگر الست بر بجم تو ابھی کہی تو کہیں بلا

کہے

خاتمہ

اپنی تھی نظر میں سب یہ کہانی ہیں کی
ہاں تم ہو قریب اور راتیں ہیں کی
کہتی ہو جو تجکو میں بہت چاہوں ہو
مونہہ پر کی میاں یہ ساری باتیں ہیں کی

ترقیمہ

تمام شد دیوان انشاء اللہ خاں بتاریخ پنجم شہر ذیحجہ روز پنجشنبہ
سنہ ۱۲۲۰ ہجری

(۴۹) کلیات سودا (۷ نمبر ۱۱)

اوراق ۳۹۶ سطور ۱۵ ـ تقطیع ۹ ۳/۴ × ۶ ۱/۲ نستعلیق بہید
کرم خوردہ آخری اور کچھ درمیانی اوراق غائب ہیں۔ کاغذ
دیسی۔ نساخ کا نام اور سن کتابت درج نہیں ہے

مرزا محمد رفیع سودا شعرائے اردو میں اعلیٰ رتبہ رکھتے ہیں ذیل میں ان کی زندگی کے حالات "آبحیات" "گارسان دتاسی کی تاریخ ادب ہندوستانی" جلد دوم ص ۶۶ "الہ آباد ریویو جلد سوم شمارہ چہارم (اپریل ۱۸۹۲ء) اور حالات سودا مولفہ احمد حسین خاں (لاہور ۱۸۹۶ء) سے جمع کر کے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

سودا کے آبا و اجداد کابل کے رہنے والے تھے جن کا پیشہ سپہ گری تھا ان کے والد مرزا محمد شفیع کابل سے بغرض تجارت دہلی میں آکر رہ گئے تھے

یہیں ۱۱۲۵ھ (۱۷۱۳ء) میں سودا پیدا ہوئے۔ تعلیم پہلے سلیمان قلی خاں وداد کے پاس اور پھر شیخ ظہور الدین حاتم سے پائی۔ فن شاعری میں فارسی اور اردو کے مشہور شاعر سراج الدین علیخاں آرزو سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

سودا نے جوں ہی شاعری کے میدان میں قدم رکھا ان کی شہرت ہندوستان بھر میں پھیل گئی۔ اور شدہ شدہ شاہ عالم بادشاہ کے کانوں تک بھی پہنچی۔ بادشاہ خود شعر کہا کرتے تھے۔ سودا کو اپنی غزلیں دکھانے لگے بدقسمتی سے سودا کی طبیعت تیز اور زود رنج واقع ہوئی تھی جس سے ناراض ہو جاتے اس کے لئے ان کے ہجوئیں تیر و نشتر سے زیادہ تیز کام کرنے لگتیں۔ اسی طبیعت نے بادشاہ عالم سے سودا کو جھگڑا دیا جس کے بعد یہ دربار شاہی سے منقطع ہو گئے۔ اور سالہا سال تک اپنے مربی مہربان خان اور بسنت خاں کے سایہ عاطفت میں عمر گزاری ان کے انتقال نے سودا کو بے یار و مددگار اور مفلس چھوڑ دیا۔ ۶۰ سال کی عمر میں دہلی چھوڑ کر وہ فرخ آباد کے نواب بنگش خاں کے یہاں کچھ دنوں کے لئے آرہے۔ اور پھر لکھنؤ کی طرف کوچ کر کے ۱۱۸۵ھ میں نواب شجاع الدولہ کے ملازم ہو گئے۔ نواب کے انتقال کے بعد (۱۷۷۵ء) ان کے جانشین نواب آصف الدولہ نے ان کے لئے سالانہ چھ ہزار روپیہ تنخواہ مقرر کر دی اور ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

سودا کا انتقال لکھنؤ میں ۱۱۹۵ھ (۱۷۸۱ء) کو ہوا جبکہ ان کی عمر ستر سال کی تھی فخر الدین اور قمر الدین منت نے یہی تاریخ انتقال لکھی ہے۔ لیکن مصحفی ۱۱۹۳ھ بتلاتے ہیں۔

سودا کی کلیات حکیم سید اصلاح الدین خاں نے ایک دیباچہ کیساتھ مرتب کی کلیات پہلی دفعہ ۱۸۰۳ء میں بمقام کلکتہ چھپی۔ ۱۸۱۰ء میں ایک

انتخاب کلیات فورٹ ولیم کالج کے ارباب قلم نے شائع کیا تھا مولوی غلام حیدر مندی سررشتہ دار کالج مذکور نے کلکتہ میں دیوان پر نظر ثانی کرکے ایک ضمیمے کے ساتھ جو غزلوں اور قصیدوں پر مشتمل تھا۔ ۱۸۴۷ء میں چھپوایا کلیات کا ایک لیتھو اڈیشن میر عبدالرحمان آہی تلمیذ سید مومن خاں کی نظر ثانی سے ساتھ دیوانوں میں ۱۸۵۳ء کو دہلی سے چھپکر شائع ہوا ایک اور اڈیشن منشی نولکشور کے مطبع (کانپور) میں ۱۸۷۲ء میں پہلی دفعہ اور ۱۸۷۰ء میں دوسری دفعہ چھپا۔ ان دو نو اڈیشن کے ساتھ سودا کا رسالہ "عبرت الغافلین" بھی شائع ہوا تھا۔

سودا کی منتخبہ مثنویوں کا ترجمہ میجر ہنری کورٹ نے اردو ہائی پروفیشینسی امتحان کے امیدواروں کے لیے شملہ سے ۱۸۷۲ء میں شائع کیا۔ ان ہی مثنویوں کا دوسرا اڈیشن کپتان ایچ' اس' جارٹ نے کلکتہ میں چھپوایا (۱۸۷۵ء)

آزاد کے قول کے مطابق سودا نے میر تقی میر کی مثنوی "شعلہ عشق" کو اردو نثر کا جامہ پہنایا تھا[۵] اور ایک تذکرہ شعرائے اردو کا بھی مرتب کیا تھا۔ دو نو اب کمیاب ہیں۔

۱۔ کلیات کے ورق ۱ ب اور ۲ الف پر حکیم سید اصلاح الدین خاں مرتب دیوان کا فارسی دیباچہ ہے۔ اس کے بعد سے فارسی دیوان شروع ہوتا ہے۔ جو ۱۷ ب پر ختم ہوتا ہے۔

۲۔ قصائد ورق ۱۸۔ ب سے شروع ہوتے ہیں۔ جو حمد' نعت منقبت اہل بیت' مدح شاہ عالم ثانی' اور امرائے دربار دہلی اور لکھنو قصیدہ شہر آشوب' مذمت مولوی ساجد اور مذمت اسپ پر مشتمل ہے۔

۵۔ آبحیات' دسواں اڈیشن (مطبوعہ کریمی پریس لاہور) ص ۱۵۸

آغاز یوں ہوتا ہے۔

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے تسبیح زنار سلیمانی

۳۔ قصائد کے اختتام پر غزلوں کا دیوان شروع ہوتا ہے۔ جو ابجد وار مرتب ہے۔ لوح پر بسم اللہ کے نیچے یہ عبارت ہے۔ "مالک ایں کتاب نصراللہ ساکن بیگم محل" (د ۹) سنہ ۱۸۷۹ء یوم یکشنبہ۔

دیوان کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

مقدور نہیں اسکی تجلی کے بیاں کا
جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

۴۔ غزلیات کے اختتام سے قطعات مخمسات مثنویاں ہجو میر تقی مرثیہ گو، مرثیے ہجوئیں اس ترتیب سے لکھی ہوئی ہیں۔ ہجوئیں ناتمام ہیں۔

کتب خانہ آصفیہ میں ایک مکمل اور اچھا نسخہ دیوان سودا کا موجود ہے۔ (جلد اول ص ۶۶ء نمبر ۵۰۵)۔ اس کے علاوہ برٹش میوزیم میں چار (فہرست ۷۵، ۵۰۵، ۵۰۹، ۶۰۹) اور کتب خانہ جات شاہ اودھ میں ایک نسخہ ہے (۷۰۳ء)

مجموعۂ نظم

بیاض (۵۰) (۱۲۴۷)

اوراق ۶۷۔ سطور ۵ تا ۱۰۔ تقطیع ۷ × ۴½ نستعلیق شکستہ آمیز خط
دیسی کاغذ آبندہ۔ مکتوبہ تقریباً ۱۲۰۰ء

یہ کوئی مسلسل رسالہ نہیں ہے۔ بلکہ کسی ہندو خاندان کی بیاض ہے۔ جس میں ہندی اُردو اور فارسی شعرا کے کلام کیساتھ خطوط کے مسودے، معاملات کی تفصیل، لین دین کا حساب غرض اکثر امور درج ہیں۔ ورق اول پر ایک رباعی اور یہ تحریر درج ہے۔

"ایں خط راجہ دیو رام است"

جس سے معلوم ہوتا اس کے مالک راجہ دیو رام فرزند راجہ گردھاری لعل کریت ونت بہادر ہیں اور یہ انھیں کی تحریریں ہیں۔

ورق ۴ ب پر ایک ہندی نظم (ہولی) درج ہے۔

ورق ۵ ب پر ایک رقعہ کا مسودہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہنود بھی مسلمانوں کی طرح اپنے مردوں کی برسی کے لئے "فاتحہ" کیا کرتے تھے

ورق ۶ ب پر ایک فارسی خط ہے۔

ورق ۸ ا پر تراب کی ایک اردو غزل ہے۔

ورق ۱۱ ا پر شاداں (مہاراجہ چندو لعل بہادر) کی اردو غزل ہے۔ (کیا جنس ہے تو دل سے خریدار ہوں تیرا)

ورق ۱۲ ا و ب پر "گنبدے در کہ دراں قوم زنگیان متوطن اند" (ترجمہ)

کے کسی دوست کے پاس بھیجے جانے کے معمی خطوط فارسی میں لکھے ہوئے ہیں۔

ورق ۲۰ ب پر عزت کی ایک اردو غزل ہے (گہر گوش گلے میں جو ہار موتی کا)

ورق ۳۷ ا سے ۴۱ ب تک (الٹے طرف سے "سمرن گنیش ایمنہ" کے عنوان سے "کرشن، ارجن وغیرہ کے حالات فارسی زبان میں درج ہیں۔

ورق ۴۳ ب پر انگریزی میں "ایم چندر، چند و بعل، اور راجہ راجی کے نام درج ہیں۔ اور فارسی میں میر علی خطاط کی ایک رباعی درج ہے۔

ورق ۴۷ ب ، ۴۸ ا پر "نواب وزیر علی خاں متبنی آصف الدولہ" کی ایک غزل درج ہے (اس گردش افلاک سے بھولی نہ بھلی ہم)

ورق ۵۰ ا سے ۵۲ ا تک نعمت خاں عالی کی ایک فارسی غزل درج ہے۔

ورق ۵۶ ا پر شیدا اور دوسرے شاعروں کی اردو نظمیں لکھی ہوئی ہیں۔

ورق ۵۷ ا کے بعد سے بعض ہندی دوہرے اور اردو فارسی نظمیں شروع ہوئی ہیں انھیں پر یہ بیاض ختم ہوتی ہے۔

۵۱ - کلام ہندی ملک محمد جائسی (۲۰ ز ۱۳)

اوراق ۱۰۳، سطور ۱۳ تا ۱۴، تقطیع ½۷ × ۴، نستعلیق شکستہ آمیز، خط دیسی کاغذ مطلا حاشیہ تا ورق ۴۶ ب، نساخ کیشو رائے۔ تحریر بست و پنجم رجب ۱۱۵۷ھ بمقام کتابت پرگنہ مدو

یہ ملک محمدؐ جائیسی کی ہندی نظمیں ہیں۔ جن میں سے پہلی نظم کسی ہندی شاعر کے کلام کی تضمین ہے۔ جیسا کہ اس کے بعد کے ترقیمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

آغاز

رب یسر   بسم اللہ الرحمن الرحیم   تمم بالخیر

"یہ من اللہ میاں سوں لاوا
جسم کھادا بتھ کر گاوا

خاتمہ

"ابس جگ سوہانے جو کیو کلیلے ہوئے
محمدؐ کبت کہاناں ایک ایک آگہر روئے

ترقیمہ

"تمت تمام شد کار من نظام شد بتاریخ بست و پنجم رجب المرجب ۱۱۵۴ھ در بکار رائے چندری صوبہ حیدرآباد برائے خاطر دیوان صاحب املکا قیاص سال دیوان سیٹھ راجیو سلمہ اللہ تعالیٰ راقم کیشو رائے ولد بسنت رائے رقم کردہ ہوس کر بخطائے رسیے وطعنہ مزن کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود۔"

ورق ۵ ب پر بھی ایک ترقیمہ ہے۔ "تضمین مسلہ تصنیف ملک محمدؐ جائسی حسب فرمود دیوان صاحب مہربان دیوان سیٹھ راجیو سلمہ اللہ تعالیٰ بتاریخ سوم رجب المرجب ۱۱۵۴ھ ہجری در برہکہ مد و بندہ کیشو رائے رقم کردہ۔"

(۵۲)- گلدستۂ گلشن معانی (۷ نمبر ۱۴)

اوراق ۱۳۲- سطور ۶ تا ۱۲ تقطیع ۳/۴ ۸×۶ شکستہ آمیز نستعلیق خط- کرم خوردہ نساخ مرتب بیاض ہی ہے جن کا نام بھوانی داس ولد نتھو لعل المتخلص بہ واضح تحریر ۱۲۰۶ھ

یہ بھوانی داس ولد نتھو لعل واضح کی بیاض ہے جو فارسی اور اردو کے شاعرون کے کلام پر مشتمل ہے۔

قدیم فارسی اور اردو دان بزرگوں کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر ایک ایک بیاض اپنے پاس رکھتا۔ جس میں وہ اپنی پسند کے اشعار درج کرتے۔ اس سے نہ صرف یہی کام لیا جاتا بلکہ یہ ایک قسم کی ڈائری ہوتی جس میں ہر وہ چیز بطور یادداشت کے لکھی جاتی تھی جو صاحب بیاض کو متاثر کرتی۔ ان بیاضوں کی جو ادبی قدر و قیمت ہے اس کی تفصیل تذکرہ "گل رعنا" (عبدالحی) کی تمہید میں مل سکتی ہے۔ ان بیاضوں نے اکثر شعرا اور ادیبوں کو علمی دنیا سے روشناس کروایا ہے۔ شعرا کے تذکرے لکھنے کا رواج بھی اس قسم کے احساس کے تحت پیدا ہوا۔

زیر نظر بیاض ۱۳۲ اوراق پہ ختم ہوتی ہے بھوانی داس نے اسکو کئی فصلوں پر منقسم کیا ہے۔ ہر فصل کا خاص عنوان مثلاً "سراپا" "حمد" وغیرہ ہے۔ جس کے ماتحت فارسی اور اردو شاعروں کا بہترین کلام جمع کیا گیا ہے۔

بیاض کا تسلسل غالباً جلد سازی کی غلطی کی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے۔ چنانچہ آغاز اس کا فصل دوم (نمبر ورق جو واضح نے قائم کیا ہے ۱۱۸ ہے) سے ہوتا ہے موجودہ ورق ۲۱ دراصل پہلا ورق ہے۔ جس سے "توحید" کے مضمون والے اشعار کا آغاز ہوتا ہے۔

ورق ۱ الف۔ فصل دوم۔ "تمرار فراق و ہجران و سالے و ناشکیبائے" اس فصل میں تابان۔ صائب، غبار۔ ملا جامی۔ ملا نافع۔ طریجی ساوجی (؟) شاعر غریب۔ اور نواب خانخاناں۔ کے اشعار درج ہیں۔

ورق ۴ ب۔ فصل دوم۔ تواریخ وغیرہ

ابجد کے تمام حروف معہ ان کے مقررہ اعداد کے درج ہیں۔

ورق ۵ الف و ب۔ پر جلال اسیر۔ بدر چاچ۔ ناصر جنگ۔ اور علی کے اشعار ہیں۔

ورق ۶ الف فصل نہم۔ متضمن صنعت اسپ وخیل

حسب ذیل شعرا کا کلام درج ہے۔ طالب آملی۔ شیدا۔ آصفی۔ فیض حافظ۔

ورق ۹ الف پر جعفر زٹلی کا ایک رقعہ درج ہے۔

ورق ۹ ب کے آخر میں ایک نظم بخدمت قطب الدولہ" لکھی ہے

ورق ۱۱ الف پر فصل دہم "کنایہ کتب و لف و نشر و تجنیس و کسر الردیف و نغز بے نقطہ" اس فصل میں تمام صنائع و بدائع کے فارسی شعر درج ہیں۔

ورق ۱۲ الف "تاریخ مصنفہ عسکری صاحب خلف میر علی فیاض" (یہ ورق تاریخی اشعار کا ہے) جس میں محمد اعتبار خاں، بہادر حسن صاحب فیاض برادر راجہ عسکری صاحب (تاریخ قتل ٹیپو سلطان) ٹیپو بوجہ دین محمد شہید شد،

اور رضا علیخاں عرف رجو میاں کے فارسی اشعار تاریخی مندرج ہیں ۔

ورق ۱۲ ب پر فارسی میں تاریخ تولد نبیرہ لالہ بھوانی داس (صاحب بیاض) "گل چہ بشگفت در چمن امید" (۱۲۰۲ ھ) لکھی ہے ۔

ورق ۱۳ الف سادہ ۱۳ ب اور ۱۴ الف فارسی اشعار (صنائع و بدائع)

سعدی علیہ رحمتہ

ورق ۱۴ ب "فصل چہارم سوال و جواب شاہ جہاں و نور جہاں" خسرو کے اشعار (فارسی)

ورق ۱۵ الف مقدمہ فارسی صاحب بیاض، ابتدا میں رسمی حمد و نعت وغیرہ کے بعد لکھتے ہیں ۔

اما بعد چنین گوید نیاز اساس بھوانی داس ولد بھولعل منشی المتخلص واضح کہ در اثنائے صحبت و مصاحبت با عزیزان عالی فطرت در شہر دار السرور محمد نور عرف ارکاٹ مرکوزی درمیان فرصت کہ اکثر (؟) عزیزی متصدی انتخاب دواوین شعرائے فارسی و ہندی متقدین و معاصرین کردہ ۔ و ابیات برگزیدہ ہر کدام راکہ دلالت معنی خاص داشتہ باشد فراہم آوردہ در ابواب و فصول معین ترتیب داد ۔ ....

"تاریخ اتمام ایں مجموعہ از ہر یک مصراع ایں ابیات ... بوضوح جواہر پیوست ۔

سرمایہ شوق و کامرانی
مجموعہ عیش و نکتہ دانی

آرائش عقل و ہوش دانم
عرض دلمن شدہ عیانی
در بزم دہد سرود بشنو
خاطر بکمال شادمانی
ہر فرد بریں سفید رنگین
تسویہ ہمہ چو نقش مانی
واضع اصول اسل وس؟
گلدستہ گلشن معانی

اس کے نیچے ۱۲۰۶ ہجری لکھا ہوا ہے۔

اوراق ۱۸-۱۹-۲۰-سادہ ہیں ۲۱ الف پر توحید نعت وغیرہ کے عنوان سے صائب نظامی گنجوی-امیر خسرو-زیدے-قبضے-محفوظ بیدل اور طغرا کے فارسی اشعار درج ہیں۔

ورق ۲۴ الف پر بیدل کی رباعی عالمگیر کی شان میں لکھی ہوئی نقل کی گئی ہے۔

ورق ۲۴ ب-کلام ایجاد حسن وعشق وجلوہ حسن (اشعار فارسی)

ورق ۲۷ الف بیان حال ارباب کمال کلام اولیاء اللہ۔

ورق ۲۹ الف باب سوم "و مشتمل بہ بیان عشق وثابت قدمی وملامت ورسوائی وآہ ونالہ وسوز وداغ وعجز نیاز اظہار بیخودی-بیداد درد الم-بہر یازدہ فصل"۔ (آگے تفصیل درج ہے)

فصل اول-در بیان عشق وثابت قدمی وملامت، رسوائی وسوز وگداز وعجز ونیاز افتادگی وضعف وجنون واظہار بداد و الم" اس فصل میں کلیم-

جامی - میر حسن - غنی کشمیری کے فارسی اور منعم - عبدالحی تاباںؔ، میر درد یقین - سودا قائم - محمد اسمٰعیل، بیتاب - کے اُردو شعر درج ہیں۔

ورق ۳۴ / فصل دوم "دربیان جور و جفا معشوق وغیرہ" میر سنجر مرزا عجم قلی جلال اسیرؔ - کے فارسی اشعار اور ریختہ رنگ سودا نقد علیخاں ایجاد - ممتاز مظہر، غربت - میر محمد سعید ذہین، کے اردو شعر درج ہیں۔

ورق ۳۵ / فصل سوم "درکیفیت آرزو - و مدعا و محبت و خیال دآغوش" مشتمل ہے - صائب، میر، شیدا، ہمت، بابا عاشقاں، ناصر علی - ہما، کے فارسی اور سودا کے اُردو اشعار پر -

ورق ۳۸ / فصل چہارم - ذکر بیوفائی وغیرہ" - صائب - ساقی - نسائی کمال خجند طالب آملی کے فارسی اور میاں قائم کے اُردو اشعار پر مشتمل ہے -

ورق ۴۰ / فصل پنجم - بربیان نصیحت وصفت دل بہل وصفت آن وشکست شیشہ دل، الفت -

اس میں فارسی اشعار - صائب محمد ایوب، آزاد، شیوا - فسائے (؟) آصفی - اور بیدل کے درج ہیں -

ورق ۴۲ - فصل ششم حقائق طعنہ و مداوی طبیب" فارسی اشعار عشقی -

ورق ۴۴ / فصل ہفتم "دربیان نزول، غرور جوانے وصفت آن" فارسی اشعار - آزاد - اور اُردو اشعار محمد صالح، ندی (ندا ؟)

ورق ۴۵ / فصل ہشتم - دربیان انعام و دشنام وغیرہ" امانی اور ہانی وغیرہ کے فارسی اشعار پر مشتمل ہے -

ورق ۴۷ / فصل نہم "بر کمیت وصفت رحم" اس میں شیدا، سلیم -

کمال خجند۔ آصفی اور صائب کے اشعار کے ساتھ کچھ ہندی شعر بھی درج ہیں۔

ورق ۹۲ ہ فصل یازدہم بر اشعار مضامین شوق انگیز لطائف اوضاع و حرکات اقتضائے سن و سال لعبتان نوشاد کہ اسم آن غزال الہند یعنی اسرار نسوان کہ عبارت از نائیکا بہید است"

ورق ۹۳ الف باب چہارم "مشتمل بر وصف شراب و طلب آن و خوردن با محبوب و ساقی و توصیف بنگ و افیون وغیرہ آن و نظارہ مہتاب و باغ و بہار و فزاو آب رواں۔ و فوارہ و آواز عندلیب و خزان و نغمۂ مطرب و رقص و ساز و نواز و طعنہ ہزار و محتسب و تعریف شعر و سخن و خط منقسم بر نہ فصل" مشتمل ہے۔ صائب۔ غنی کشمیری مرزای مرزایاں آصفخان، حافظ، عمر خیام، محمد قلی سلیم، خاقانی، احسن، طالب آملی، ہمت، رضائی، موزوں، اسیر، خسرو، علی، قدسی، جلال، موسی خاں، کمال خجند، سودا، محمد اسمعیل، بے تاب، ٹیک چند بہار، سراج الدین علی خاں آرزو، خواجہ میر درد، خرم خاں، مرزا خاں یقین۔ کے اشعار اردو اور فارسی پر۔

ورق ۱۰۳ الف۔ باب پنجم "متضمن اشعار فصول اصول رسائل و عنوان مکاتبت و نامہ فرستادن و صبا و قاصد۔ و بمقام ہش یار و شدائد فراق و ہجران و بیتابی و بے صبری۔ و استدعاء ترحم"۔ اس میں آٹھ فصلیں ہیں جن میں تحت کے عنوانات کے ساتھ بیدل۔ سالم۔ زیب النساء۔ فیضی۔ احسن، صالح، جامی، کے فارسی اشعار مندرج ہیں۔

ورق ۱۱۵ الف باب ششم "متضمن بر اشعار تفصیل ذیل" لکھکر بارہ فصلوں کے تحت شجاعت۔ عہد و پیمان اختلاط۔ تواضع قناعت۔ دروغ و ہرزہ، انصاف و ظلم اعتبار و انکسار وغیرہ راحت و افلاس قامت۔ و قیامت بدنمائی، خودنمائی ذلت وغیرہ خوبی خورد سالے پہلوانے و جوانے کے مضمون

والے اشعار اسی ترتیب سے جمع کئے گئے ہیں۔ ان میں عموماً اشعار کے ساتھ شاعر کے نام درج کرنے کے بجائے مضمون شعر کی سرخی قائم کی گئی ہے۔ مثلاً در دغ "ظلم" وغیرہ۔

ورق ۱۳۰ الف باب ہفتم "دربیان شکوہ وشکایت اہل دنیا و بے مہری سپہر و حسرت طعنہ بر چرخ کجرفتار و حسود و فرزانہ وغیراں بتفصیل انفصال (فصل کی جمع ؟) ذیل"

اس میں (۱۲) فصلیں ہیں۔ جن میں عمر خیام، ملا وحشی، ملا شیدا صائب۔ محمد صلاح۔ مرزا آئے گرامی (؟)، احسن، میر عماد، فیض سلیم، فغانی، زیب النسا، بیدل، وحید کے فارسی اور زہرہ (؟) بیگم کے اردو اشعار درج ہیں۔

ورق ۱۵۰ الف سے "اشعار آبدار فارسی و ہندی" کے عنوان سے نقر، حزیں، مظہر، ثابت، قاسم خاں، ہمزلف شاہجہان۔ کلیم، کمال خجند ناصر جنگ، نواب محفوظ خاں۔ رسا۔ مرزا انوار اللہ، باقر صاحب گہر، مصری نارائین بیراگی، عارف الدین خاں عاجز، نوازش خاں، تابان۔ سوزان عاشق علی خاں ممتاز۔ حاتم فیض اتم۔ سودا۔ نقد علیخاں ایجاد۔ عزلت سید عظیم الدین، صاحب۔ نوازش علی خان شیدا۔ شاہ مرزا خاں، ماہ مرزا کے فارسی اور اردو اشعار لکھے ہیں۔

ورق ۲۱۰ الف باب دوم "متضمن بر توصیف سراپائے دلربا۔ اس میں چار فصلیں ہیں جو موئے سر، جعد وغیرہ افشاں پیشانی و جبین حسین، دراز دستی پیکان و خدنگ چشم و سرمہ" کے بیانات پر مشتمل ہے اس میں حسب ذیل شعرا کا کلام ہے۔ طالب آملی اور شیدا۔

ورق ۲۱۷ ا "در درخ و حسن و ملاحت"

ورق ۲۱۹ ب "در بیان خط و خال و بیان وسی"۔ ان دو فصلوں میں انھیں شعرا کا کلام درج ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

ورق ۲۲۳ ا فصل ہشتم "در بیان زنخدان و گلو و گردن و غبغب" اس میں صائب، شیدا، جامی اور سعدی کے فارسی اشعار درج ہیں۔

ورق ۲۲۴ ب فصل نہم "ساعد و دست و پنجہ و سینہ وغیرہ" مشتمل ہے۔ صائب۔ ملا، شیدا، طوسی، زلالی، معقول (؟) خسرو ملا علی رضا تجلی، جامی اور عالی کے فارسی اور سودا کے اردو اشعار پر۔

ورق ۲۲۷ ا فصل دہم "کمر و سرین و ساق و پا و پنجہ" صائب وجامی، سیرتی، طوسی، صوفی، شیدا کے فارسی اشعار پر مشتمل ہے۔

اوراق ۲۳۰ و ۲۳۱ سادہ ہیں۔

۵۳ [ہندی کلام کا مجموعہ] (۱۵/۷)

معہ

راگ درپن

اوراق ۲۲۵۔ سطور ۱۰ تا ۱۵ تقطیع $\frac{3}{4}8 \times \frac{3}{4}4$ نستعلیق شکستہ آمیز خط کرم خوردہ۔ اول اور آخر حصہ ناقص درمیان کے بعض اوراق مطلا حاشیہ دار ہیں۔ نساخ میر بہاد الدین اور عنایت اللہ عرف امیر صاحب مکتوبہ ۱۱۷۳ھ

ہندی راگوں کا ایک مجموعہ ہے۔ جس کے پہلے فارسی کا مشہور رسالہ موسومہ "راگ درپن" مصنفہ فقیر اللہ (سنہ ۱۰۷۳ھ) فن موسیقی پر لکھا ہوا مجلد ہے۔

"راگ درپن" کا کاتب سید عنایت اللہ عرف امیر صاحب اور سنہ کتابت ۱۱۷۳ھ ہے۔

درمیان کے کچھ اوراق سادہ ہیں۔ ان کے بعد ہندی راگوں کے مجموعہ کا حصہ شروع ہوتا ہے۔ جس کے بیچ کے چار اوراق مطلا حاشیہ کے ہیں پہلے ورق پر "کتبہ میر بہاؤ الدین" لکھا ہوا ہے۔ آخری حصہ ناقص ہے۔

آغاز (مجموعہ ہندی)

"چوتالہ - کبت ...... بھیرون ...
تیر دیہ پران پت ریجھوری چونپ جاہ جاٹی ہوں
سبدہ سکھ دایک۔"

خاتمہ۔

"کہانوں استت کروں تو تو ہی نکائی"

قصص

(ا) منظوم قصے

۵۴ - بوستان خیال (۱۳ منظ ۱)

اوراق ۳۵ - سطور ۱۲ تا ۱۴ - تقطیع ۸ × ۴ نستعلیق شکستہ آمیز خط
ترچھی تحریر کاغذ دیسی - بے حد کرم خوردہ - مکتوبہ ۱۱۹۵ ہجری
درمیان کے کچھ اوراق غائب ہیں

یہ مثنوی دکھنی زبان میں ہے - اس کے مصنف سید شاہ سراج الدین المتخلص بہ سراج ہیں - جو اورنگ آباد کے متوطن تھے - اور وہیں ۱۱۲۷ھ میں پیدا ہوئے میر تقی میر نے اپنے تذکرہ میں اور ان کے اتباع میں میر حسن نے ان کو سید حمزہ دکھنی کا شاگرد لکھا ہے[۱] -

سراج درویش صفت بزرگ تھے - شاعری میں بھی ان کا پایہ بلند ہے - ان کی تصنیفات میں ایک فارسی اور ایک اردو دیوان اور یہ مثنوی "بوستان خیال" ہے سراج نہایت پرگو شاعر تھے زبان بھی نسبتاً زیادہ صاف استعمال کرتے ہیں - ان کے اردو دیوان کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن

۱- نکات الشعراء ص ۱۰ "لسان العصر" جلد اول نمبر ۵ - تذکرہ شعرائے دکن صفحہ ۴۸۲ -

میں موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ۱۱۵۱ھ میں اپنے ہی کلام کا ایک انتخاب چمنستان بھی کیا تھا۔ سراج کا انتقال ۱۱۷۷ھ میں ہوا۔

بوستان خیال میں مصنف نے ایک قصہ بیان کیا ہے۔ جس کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ سچا ہے۔ اس قصے کے واقعات میر تقی میر کی مثنوی "خواب و خیال" سے مشابہ ہیں۔ یہاں بھی شاعر کی زبان سے شخص قصہ اپنے واقعات بیان کرتا ہے۔ کہ وہ کسی پر عاشق تھا، جس کی وجہ سے اس کو دنیا کی کسی چیز میں دلچسپی نہیں ہوتی تھی۔ اسی حال میں ایک شخص نواب نظام الملک بہادر "وزیر شہنشاہ ہندوستان" کی فوج کا سردار، جبکہ فوج بالکنڈی کی فتح کے بعد گھر لوٹ رہی تھا، ان کو اپنے ساتھ منت و سماجت سے لیجاتا ہے تاکہ وہاں ان کا دل بہل سکے۔ اس کے ساتھ ایک روز باغ کی سیر کو کھنچے کھنچے چلے جاتے ہیں لیکن وہاں عجیب حرکتیں دیوانوں کی سی صادر ہوتی ہیں۔ اس پر وہ سردار ان کو اپنا حال کہنے پر مجبور کرتا ہے عاشق اپنے عشق کا حال اور اس قسم کے واقعات کا ایک اور قصہ بھی سناتا ہے۔ سردار کو سراج کے معشوق کی کج ادائی سے رنج ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ان کو سمجھا کر اپنے ساتھ ہی رکھ لیتا ہے۔

آغاز:-

ارے ہمنشینو میرا دکھ سنو
مری دل کی گلشن کی کلیاں چنو

خاتمہ:-

نظر درد پر کو تے میری کری
ختم مثنوی کر دعا کو پڑھی تو

۵۱۔ مخطوطہ تذکرہ چمنستان شعرا (کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

ترقیمہ

این قصہ مثنوی شاہ سراج..... برائے خاطر عزیز برادر اقبال....
شاہ..... مرزا تحریر یافت۔ بتاریخ دوازدہم شوال مقام
فرخندہ بنیاد ۱۱۹۵ھ ہجری

مثنوی کے آغاز سے پہلے ورق ا و ۲ الف ب پر مختلف فارسی اور اردو نظمیں ہیں۔ مثنوی کے اختتام کے بعد سودا کا مشہور قصیدہ "تضحیک روزگار" مندرج ہے۔ آگے سب سے آخر میں ایک ہندی نظم ہے، جس میں فارسی جملے بھی بلا تکلف استعمال کئے گئے ہیں۔

۵۵ - قصہ حضرت تمیم انصاری (۲/۱۳)

اوراق ۹۵۔ سطور ۹۔ تقطیع $\frac{3}{4}$ ۸ × $\frac{3}{4}$ ۵ نسخ خوشخط کاغذ کہرا
بعض درمیانی اوراق غلط سے ہوئے نساخ کے نام اور
سنہ کتابت وغیرہ کا پتہ نہیں چلتا

یہ منظوم قصہ تین سو سال پیشتر یعنے گیارھویں صدی ہجری کے وسط میں دکن کے ایک شاعر صنعتی کا لکھا ہوا ہے۔ اور غالباً اردو منظوم قصہ نویسی کی تاریخ میں ابتدائی باب ہے۔

صنعتی کا حال کسی تذکرہ میں نہیں ملتا۔ تمہیدی حصہ میں مصنف کے حالات صرف اسقدر معلوم ہوتے ہیں کہ وہ بیجاپور میں پیدا ہوا۔ اور سلاطین عادل شاہیہ کے اس نے دو سلسلے دیکھے ایک جگہ وہ "محمد شاہ" کی تعریف

نسخے کرم خوردہ حصے کو ظاہر کرتے ہیں

بھی کرتا ہے۔

یہاں محمد شاہ سے، پڑھنے والے کا خیال دکن کے ان تمام حکمرانوں کی طرف جا سکتا ہے جو اس زمانے کے قریب میں گزرے ہوں۔ اور جن کے نام کا جزء محمد شاہ ہو۔ سلاطین بہمنیہ ہی میں اس نام کے تین حکمران گزرے ہیں۔ محمد شاہ بن بہمن شاہ (۷۵۹ھ - ۷۷۶ھ) محمد شاہ ثانی (۷۸۰ھ - ۷۹۹ھ) محمد شاہ ثالث جس کا پورا نام شمس الدین محمد شاہ تھا۔ (۸۶۷ - ۸۸۷ھ) لیکن ان میں سے آخری بادشاہ کے عہد سے بھی صنعتی کا زمانہ مطابقت نہیں کرتا۔ یہ قصہ صنعتی نے ۱۰۵۵ھ میں لکھا۔ اس لحاظ سے محمد شاہ ثالث کا عہد قصے سے ایکسو ارسٹھ ۱۶۸ سال پہلے ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ صنعتی کا قصہ محمد شاہ ثالث کے عہد میں موجود ہوگا۔

اسی طرح قطب شاہیہ سلسلہ میں محمد قلی قطب شاہ کا عہد حکومت ۹۸۸ - ۱۰۲۰ھ تک ہے۔ اور یہ قصہ اس سے پینتیس ۳۵ سال بعد لکھا گیا۔ محمد قطب شاہ (۱۰۲۰ - ۱۰۳۵ھ) صنعتی کا معاصر ہو سکتا ہے۔ تاہم اس کے عہد حکومت میں بھی یہ قصہ نہیں لکھا جا سکتا۔

صنعتی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ محمد شاہ ابراہیم شاہ کے بعد تخت نشین ہوا۔

براہیم کے بعد از ہوا نامدار
جگت میں محمد شہ کامگار

اس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ صنعتی عادل شاہی سلسلہ کے حکمران محمد عادل شاہ (۱۰۳۷ - ۱۰ ھ) کا معاصر ہے اور اس کے عہد میں اس نے یہ قصہ تصنیف کیا۔ کیونکہ محمد عادل شاہ سے بالکل پہلے ابراہیم عادل شاہ (۹۸۸ - ۱۰۳۷ھ)

حکومت کرتا تھا۔ اوپر کے شعر میں محمد شاہ کے نام کے ساتھ "دادگر" کی صفت یقیناً عادل شاہی لقب کی طرف اشارہ ہے۔

قصہ کا موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت تمیم انصاری کی فوق فطری مہمات ہیں۔ ان کی نوعیت حاتم طائی یا سند باد جہازی (الف لیلہ) کے قصے کے واقعات سے ملتی جلتی ہے۔

قصے کی ابتدا حمد سے ہوتی ہے۔ اور حمد کے ختم سے پانچ شعر پہلے مصنف اپنا تخلص لاتا ہے۔ حمد کے نو اشعار کے بعد نعت، منقبت تعریف سخن (شعر)، اور بادشاہ وقت کی مدح کے ۲۶، ۹، ۴۹، ۵۸ اور ۷۵ شعر بالترتیب لکھے گئے ہیں۔

قصہ بارہ مقام (فصول) پر منقسم ہے۔ ہر فصل کی ابتدا سے پہلے اسی قسم کے مضمون کا ایک ایک ساقی نامہ بھی لکھا ہے۔ جو غالباً ابتدائی اُردو کے ساقی ناموں کا ایک اچھا نمونہ ہیں۔

آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ثنا بول اول توں سبحان کا
جو خلاق ہے جن و انسان کا

خاتمہ

بحمد اللہ از حسن توفیق رب
ہوا نظم دلخواہ یو ختم سب

اس قصے کا ایک نامکمل مخطوطہ مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد دکن) کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ تیسرا مکمل اور نفیس مخطوطہ نواب عنایت جنگ بہادر مددگار محکمہ صفائی بلدہ کے کتب خانے میں ہے۔

۵۶ - قصّہ ملکہ مصر ۱۳ نمبر ۳

اوراق ۱۳ - سطور ۹ - تقطیع ۲/۱ ۶ × ۴ نستعلیق خط - کاغذ دیسی
نساخ غلام مرتضیٰ سن کتابت ۱۲۱۶ ہجری سن تصنیف ۱۱۰۰ھ

ڈاکٹر ایتھے اسپرنگر اور پروفیسر بلوم ہارٹ کی تحقیق کے مطابق "قصّہ ملکہ مصر" دکن کے ایک شاعر محمد علی نام اور عاجز تخلص کا ہے۔[ف۵]

تو کچھ نا کہے اس کی جا بلی جا
بھر حال عاجز کو دیویں دعا

عاجز کا زمانہ وہ ہیجان انگیز عصر ہے جس میں دکن کی اسلامی سلطنتیں الٹ دی جا رہی تھیں اور شہنشاہ اورنگ زیب غازی عالمگیر فتوحات میں مصروف تھے۔

عاجز کی تصنیفات میں اس قصے کے علاوہ ایک اور "قصہ فیروز شاہ" ہے جسکے واقعات گل بکاولی کے قصے سے مشابہ ہیں۔ اور جو ایک فارسی قصے کا ترجمہ ہے[ف۶]۔

ملکہ مصر کا قصہ یہ ہے کہ مصر کی سلطنت کا ایک بادشاہ فیروز شاہ نامی تھا جس کے انتقال پر اس کی بیٹی[ف۷] ملکہ نامی تخت پر بٹھائی گئی گیارھویں سال جب وہ شادی کے قابل ہوئی تو اس نے اعلان کر دیا کہ وہ اسی شخص کے ساتھ عقد کرے گی جو اس کے سوالات کے تشفی بخش جوابات ادا کرے گا۔ یہ سوالات اور ان کے

ف۵ - ایتھے نمبر ۱۰۰ - اسپرنگر ص ۶۰۹ - اسٹوارٹ ص ۲۲۳ - بلوم ہارٹ نمبر ۳۔

ف۶ - ملاحظہ ہو "مجلہ مکتبہ" (حیدرآباد دکن) جلد ۱ نمبر ۲ ص ۱۸۔

ف۷ - پروفیسر بلوم ہارٹ نے یہاں غلطی سے بیوی لکھ دیا ہے۔ اسکا ماخذ یہ شعر ہے۔ "تھی بیٹی نہ تھا اس کو فرزند سوئے تھی شاہ اس سا تھ دلبند ہو۔" اسی طرح لڑکی کے گیارہ برس کی عمر تک پہنچنے کو۔ وہ لکھتا ہے کہ گیارہ سال تک حکومت کی۔

جوابات ہی درحقیقت اس قصّے کی روح رواں ہیں۔ سوالات سب کے سب اسلامی عقائد اور احکامِ قرانی سے متعلق ہیں۔ اور قصے کا مقصد ان مسائل کو ذہن نشین کرنا ہے۔ ملکہ کے سوالات حل کرنے کے لیے کئی ایک سرفروش نوجوان آئے اور قاصر رہنے پر جیل کے گھاٹ اُتارے گئے۔ آخر کار ایک ہندوستانی شخص جس کا نام عبداللہ عالم[1] ہے۔ آتا ہے اور تمام سوالات کے تشفی بخش جوابات ادا کرکے شہزادی کو بیاہتا ہے۔ اس طرح تخت و تاج اس کو نصیب ہوتا ہے۔

آغاز

کہوں میں ثنا صفت حق کا اول
بنایا ہے دو جگ حکم بے بدل
رکھا جیوں معلق زمین آسماں
چلاتا ہے جو نت زمین اور زماں

خاتمہ

اے محمود اب پیر کا ناؤں لے
ختم کر درازی کو سب چھوڑ دے
لکھیکا اگر توں تو ہے یو بھوت
جو تھوڑی ہیں اس وار کرتوں ترت
اتا یاد کر دل میں اپنا امام
درود بر محمد علیہ السلام

قصے کی تاریخ تصنیف مصنف نے ۱۱۰۰ ہجری بتلائی ہے۔

کہ ہجرت بعد از برس ایکہزار
ہور یک صو (یعنی) بولیا ہوں یو یادگار

---

[1] انڈیا آفس کے نسخے میں اس کا نام عبدالعلیم بتلایا گیا ہے یہی نام اس مجموعے کے دوسرے نسخے میں بھی ہے (ملاحظہ ہو عکس فہرست ہذا)۔

تمت تمام شد بتاریخ بست ہفتم ماہ شعبان المعظم کاتب الحروف
فقیر حقیر کمترین غلامان غلام غلام مرتضیٰ بروز دوشنبہ باتمام رسید
سنہ ۱۲۱۶ ہجری

خاتمہ کے پہلے منقولہ شعر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمود دکنی نے عاجز کے قصے کو غالباً اپنا لیا ہے۔ زیر نظر عاجز کے نسخہ محمود ہی کا ہے عاجز کے اصل قصہ کا خاتمہ ان اشعار پر ہوتا ہے۔

لکھیا یو قصہ میں مبارک گھڑی
طبق مشتری نور کی لے کھڑی
درود اں تھو دمبدم محمد پہ مدام
بحق محمد علیہ السلام

(ملاحظہ ہو فہرست انڈیا آفس نمبر ۳، ص ۳۶ مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۲۱ء) اس مخطوطے کے آخری اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف محمود ہی ہے لیکن محمود کے قصے کا آغاز بالکل وہی ہے جو عاجز کے اصلی قصے کا ہے اور نیز خود عاجز کا نام شعر نمبر ۳۷ میں آگیا ہے۔ اس لئے یقیناً محمود نے عاجز ہی کے قصے کے آخر میں اپنا نام بھرتی کر دیا ہے۔ اسی طرح اور ایک شخص عبداللطیف نامی نے بھی عاجز کے اصل قصے کو کہیں کہیں اشعار مصرعوں یا الفاظ کی تبدیلیوں، اضافے یا کمی کے ساتھ اس کو اپنا لیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مجموعہ ہذا نمبر ۵۸)

لیکن اس مخطوطے کے پڑھنے والے کو اس کے محمود کی تصنیف ہونے کا شبہ اس وجہ سے بھی پیدا ہوتا ہے کہ مصنف کا نام جو شعر میں آیا ہے۔ اسکی طرف

بغیر علم کے توجہ نہیں ہو سکتی۔

عبداللطیف کے اور محمود کے نسخہ کا مقابلہ کرنے سے دونوں کے اختلافات نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اگر عاجز کا اصلی نسخہ بھی دستیاب ہو جاتا تو اس کے اور محمود کے نسخہ سے مقابلہ کرنے پر (قطع نظر آخری اشعار کے اختلاف کے جو ہیں نے انڈیا آفس کی فہرست سے نقل کئے ہیں) دونوں کے اختلافات کا حال بھی روشن ہو سکتا تھا۔

پروفیسر بلوم ہارٹ نے اس قصے کے عنوان کو سہواً عاجز کے ایک دوسرے قصے "قصہ فیروز شاہ" سے مخلوط کر دیا ہے اس لئے وہ گارساں دتاسی کی تحقیق میں یہ سقم نکالتے ہیں کہ۔

گارساں دتاسی اس مصنف (عاجز) کا حال لکھتے ہوئے اس قصے (قصہ ملکہ مصر) کا عنوان "قصہ فیروز شاہ" بتلاتے ہیں لیکن قصے میں اس عنوان کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ نیز اس عنوان سے اس قصے کو مزین بھی اس وجہ سے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس بادشاہ کا کچھ حال اس میں درج نہیں ہے۔ یہ فارسی کے اس قصے سے بالکل مختلف ہے جس کا ذکر اس نے اپنی فہرست کے صفحہ ۳۸۶ پر اس طرح کیا ہے۔

"قصہ فیروز شاہ فرزند شاہ بدخشان جو ایک عجیب و غریب پھول حاصل کر کے اپنے بیمار باپ کو تندرست کرتا ہے"

گارساں دتاسی کو غالباً عاجز کے قصہ ملکہ مصر کا پتہ نہیں ملا تھا اس لئے اس نے اپنی تصنیف میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور پروفیسر بلوم ہارٹ کو عاجز کے

۱۔ فہرست ہندوستانی مخطوطات انڈیا آفس نمبر (۸۳) صفحہ ۳۵ و ۳۶

دوسرے قصے (قصۂ فیروز شاہ) کا حال نہیں معلوم ہوا۔ اسی وجہ سے ان کو یہ مغالطہ ہو گیا ہے۔ اس مغالطے کے قوی ہونے کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ قصہ ملکۂ مصر میں ملکہ کے باپ کا نام اتفاق سے فیروز شاہ تھا۔

۵۷۔ قصۂ ملکۂ مصر و قصۂ زلیخائے ثانی (۱۳۰۱۳/۴)

اوراق ۳۷، سطور ۱۳، تقطیع ۴/۳ ۸ × ۲/۱ ۶، نستعلیق شکستہ آمیز خط کرم خوردہ نساخ قادر خاں سن کتابت دوم ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۸ ہجری مقام کتابت چھاونی جالندھر پور

(۱) قصہ ملکۂ مصر۔ کا یہ دوسرا نسخہ ہے۔ جو عبد اللطیف کا اپنے اضافوں اور ترمیمات کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

خاتمہ کے اشعار حسب ذیل ہیں۔

میرا نام کہتے ہیں عبد اللطیف
پڑھے پر یو فاتحہ سو پڑنا حدیث
اتنا یاد کر دل میں اپنا امام
درود بھیجیو حضرت پو ختم کلام

اس کے بعد کے اشعار غالباً اگلے کاتب کے اضافہ کئے ہوئے ہیں۔

ہوئے یہاں سے سو سوال پوری تمام
لکھا ہے سو رحمت اللہ کمتر غلام
الٰہی جو نیکوں کے پا گردتے

کروں روز و شب ذکر تجھ درد تے
الٰہی گنہگار ہوں بے شمار
محمدؐ کے کلمہ سے امیدوار

تمت تمام شد بتاریخ بست و نہم روز جمعہ ماہ جمادی الآخر
سنہ ۱۱۶۳ھ ہجری۔ کاتب قادر خان"

(۲) قصہ زلیخائے ثانی۔ (ورق ۱۷ ب سے شروع ہوتا ہے)

ناصیہ صفحہ پر سرخی سے لکھا ہوا ہے۔ "قصہ زلیخا ثانی محمد امین وغیرہ" ایک شاعر فتح نامی کی لکھی ہوئی مثنوی ہے جو قصہ ملکہ مصر ہی کی نوعیت کی ہے مصنف آغاز قصہ سے پہلے یہ بیان کرتا ہے یہ قصہ پہلے فارسی میں تھا میں نے اس کو دکھنی میں منتقل کیا۔ میں شہر گوڈرا (؟) کا رہنے والا ہوں۔ ایک روز شہر کی مسجد میں بیٹھا تھا اور تمام لوگ بھی موجود تھے کہ ایک مسافر ادھر سے آیا اور سلام علیک کہا سب نے دریافت کیا کہ کہاں سے آرہے ہو اور نام کیا ہے وہ جواب دیتا ہے۔ "شہر دور ہے نام محمد حیا" اس کے بعد ہی وہ زلیخا کا قصہ ان لوگوں کو سنانے لگا۔

لگا بولنے کو وہ یوں سن کے بات
زلیخا کا قصہ انھوں کے سنگات

اس کو سن کر میرے ایک نامور دوست محمدؐ امین نے قسم دیکر کہا کہ "زلیخائے ثانی بنانا نیا" تاکہ شہر گوڈرا میں فتح کی شہرت ہو اور شہر کا نام روشن ہو کہ وہاں فتح کا سا خوش کلام رہتا تھا۔

یہ سنکر فتح مکان آتا ہے۔ اور فقہ ہدایہ" "عفیفہ" "کنز" "گلستاں" "انشاء" "دیوان حافظ" "بوستان" کو ٹٹولکر قدسی اور نبوی حدیثوں کو

"حبیب البیر" اور تابل قلوب " سے جمع کرکے یہ عجیب قصہ مرتب کیا جس کی تکمیل ایکسال میں ہوئی۔

قصہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ تھا فغفور شاہ جس کے ایک حسین لڑکی روشن بخت تھی لڑکی کا یہ عہد تھا کہ جو شخص میرے سئلوں کا جواب دیگا میں اس سے شادی کرونگی جو جواب دینے سے قاصر رہیگا اس کو مار کر لٹکا دونگی کئی سرفروش عاشق اس مہم میں اجل کے گھاٹ اتر گئے آخرش شہزادہ چین جس کا نام یوسف ثانی ہے اس کے جوابات ادا کرنے آیا یہ سوالات بھی عقائد اور مسائل اسلامی سے متعلق ہیں۔ کئی دن تک شہزادی اور یوسف ثانی کے درمیان سوال وجواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یوسف ثانی تمام مسئلوں کا ٹھیک ٹھیک جواب ادا کرکے شہزادی سے شادی کرلیتا ہے۔

آغاز

عزیزاں روایت سنو کان دھر
اول فارسی تھا یو دکھنی دگر
اتھا گوڈر ایک شہر کا جو نام
ہمیشہ فتح کا اتھا وہاں مقام

خاتمہ

اگر جھوٹ سمجھے تو کافر ہے جان
نہ اس کو حیا اور نہیں ہے ایمان
مرتب ہوا ہے یو قصہ تمام
درود بر محمد علیہ السلام

ترقیمہ

دُہم ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۰ھ ہجری بدست کاتب قادر خاں
چھاونی جالندھر پور"

۵۸- ہفت سیر حاتم (۱۳/۵)

(با تصویر)

اوراق ۴۶۰ سطور ۲۰ تا ۴ تقطیع ۸½ × ۵½ شکستہ آمیز نستعلیق خط
دیسی کاغذ باتصویر۔ عنوانات سُرخی میں سن کتابت
۱۲۹۶ کاتب سوہن لعل ابن گلاب رائے جد عجیب سنگھ
ملازم دفتر صدر محاسب (حیدرآباد دکن)

یہ منظوم قصہ مہمان کی تصنیف ہے۔ جن کا پورا نام تو معلوم نہ ہوسکا۔ انکی تصنیف سے صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ وہ بڑے پر گو شاعر تھے۔ ان کا زمانہ وہ ہے جب کہ مغلوں کی سلطنت ہند پر زوال آچکا تھا۔ اور زبردست اورنگ زیب کی اولاد تخت دھلی۔ اور صرف دھلی پر چینی کی مورت کی طرح متمکن تھی۔ اسوقت عالی گہر خلف عالمگیر ثانی جو اورنگ زیب عالمگیر کا چوتھی پشت میں پوتا ہوتا ہے تخت پر تھا۔ دکن میں نواب نظام الملک آصفجاہ بہادر کے بیٹے نواب نظام علیخان بہادر حکمرانی کر رہے تھے۔ ابھی تک آصفجاہی خاندان کے حکمران دھلی کے نائب سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ مہمان کی "ہفت سیر" ہی کے ایک شعر سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

"ہے دانائے وقت ایک اسکا وزیر
وزیروں میں ہے وہ وزیر کبیر"

آغاز

کرے کیا کوئی اس کا حمد سپاس
کہ ہے ذات وہ بیگماں بے قیاس
ہوا تھا جو اس کو تماشے کا شوق
سو یک آن میں ہوگیا تحت و فوق

حمد کے چالیس شعر کے بعد نعت اور پھر حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کی مدح شروع ہوتی ہے اس مدح کے اختتام پر ایک عنوان ہے۔

"در توصیف ذکر پادشاہان متقدمین"

اس میں چند اسلامی بادشاہوں کا ذکر ہے مصنف کے خیال کے مطابق اولین بادشاہ سلیمان ہے۔

شہریار اول سلیمان تھا
پری زاد پر جس کا فرمان تھا

آخری نام جہانگیر اور شاہجہان کے ہیں۔

اس کے بعد حاشیہ ورق ۱۷ - پر بادشاہ عالی گہر کی تعریف ہے جس کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ ہے بادشاہ آخری دور کا" اس کے کچھ شعر چھوٹ گئے ہیں۔ جو کتب خانہ آصفیہ کے نسخوں میں موجود ہیں صرف دو شعر باقی ہیں۔ اسی ورق کے متن میں "وزیر الملک نظام الملک آصفجاہ" کی تعریف میں سولہ شعر لکھے ہیں۔ جن کو عالی گہر کا وزیر بتلایا ہے۔ اور ان کے زمانے میں دکن کی خوشحالی کا ذکر کرتے ہوئے بعض امرا کی بھی تعریف کی ہے۔ جس میں ایک شمس الامرا ہیں اور دوسرے امجد الملک ہیں۔

ان ابتدائی مرحلوں کے بعد اصل داستان شروع ہوتی ہے۔

آخر میں مصنف کے قول سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس قصے کو کسی دوسرے مقام سے لیکر مثنوی کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ اسی شعر میں اس کی تصنیف کا سال بھی درج ہے۔ جو بذات خود بے معنی معلوم ہوتا ہے۔

یہ حاتم کے یک سلالہ تاریخ تھے
میں ہندی اسی کے کیا مثنوی

لیکن کتب خانہ آصفیہ میں جو اس کے تین نسخے ہیں ان میں یہ شعر صاف طور پر اس طرح لکھے ہوئے ہیں۔

یہ حاتم کے یک نصر تاریخ تھی
میں ہندی میں اسکی کیا مثنوی
جو حاتم کیا راہ مولا میں سیر
ہے تاریخ بھی مقدم کار خیر
جو خسرو نے یہ مثنوی خوش کہی
سو کہنے لگا ہے یہ باغ پری

"مقدم کار خیر" اور "باغ پری" گویا اس کی تاریخ ہے۔ ان سے ۱۲۱۵ھ نکلتا ہے۔ اس کے مماثل شعر اس مخطوطے میں آخر مناجات میں غیر مقام پر اس طرح لکھا ہوا ہے۔

جو حاتم دیا راہ مولا میں سیر
ہے تاریخ مقدم کار خیر

مذکورہ بالا دوسرا شعر اس میں چھوڑ دیا گیا ہے۔

خاتمہ

اے مہمان جو یہ بڑی مثنوی

نحوست دفع ہو اور دل ہو قوی

کتب خانہ آصفیہ کے نسخوں میں خاتمہ کا شعر یہ ہے جو اس مخطوطے میں آخری شعر سے بالکل پہلے درج ہے۔

خدا بن نہیں ہے کسی کو قیام
ہے سب سامعوں کو میرا اب سلام

ہر "سیر" کے بعد کاتب کی طرف سے ترقیمہ کی عبارت ہے جسمیں کاتب نے اس خاص "سیر" کے اختتام کی تاریخ دن اور خود اپنے کچھ حالات درج کیے ہیں۔ سیر اوّل چہارم ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ کو ختم ہوئی اور آخری سیر دوازدہم ماہ شعبان المعظم ۱۲۹۵ھ روز جمعہ کو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتابت اوائل ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ سے شروع ہو کر وسط ماہ شعبان ۱۲۹۵ھ میں دس ماہ کے عرصہ میں ختم ہوئی۔

آخری ترقیمہ یہ ہے۔

"بتاریخ دوازدہم ماہ شعبان المعظم ۱۲۹۶ھ روز جمعہ
در عہد حضرت محبوب علی بادشاہ دکن ممالک محروسہ سرکار عالی
بوقت ہفت گھنٹہ روز بر آمدہ سیر ہفتم از ہفت سیر حاتم
کاتب سوہن لعل منصبدار ابن گلاب رائے جد عجب سنگھ
در عہد حضرت غفراں منزل ناصر الدولہ بہادر ملازم صرفخاص
واز نیابت سررشتہ داری جوانان لسکر سررشتہ لعل پرشاد
و سررشتہ داری جوانان بار آوردہ احمد حسین کمندان
در عہد مذکور سرفراز بود حال ملازم سرکار عالی متعین متعلقہ
دفتر صدر محاسب دولتمدار دیوان مدار المہام نواب

سالارجنگ مختارالملک بہادر دام اقبالہ پذیرفت"

اس کے عین نیچے سوہن لعل کے نام کی مُہر لگی ہوئی ہے جس کا سن صاف طور پر نہیں پڑھا جاتا۔

کتب خانہ آصفیہ میں مہمان کی ہفت سیر حاتم کے تین مخطوطے ہیں (فہرست کتب خانہ آصفیہ مطبوعہ ۱۳۳۲ھ جلد دوم صفحہ ۱۵۰۱ نمبر ۱۷۳ (ناقص الآخر) اور صفحہ ۱۵۰۲ نمبر ۲ مکتوبہ ۱۲۶۷ھ و نمبر ۱۸۵ مکتوبہ ۱۲۴۱ھ)

ایک اور مخطوطہ جس میں تاریخ کتابت کا پتہ نہیں ہے مولوی عمر یافعی صاحب کے پاس دیکھا گیا۔

ب۔ نثری قصے

۵۹۔ طوطی نامہ (۱۳ نمبر ۶)

اوراق ۵۰ سطور ۱۵ تقطیع ۸ × ۳/۴ ۵ نستعلیق شکستہ آمیز خط

دیسی کاغذ۔ ناسخ کا نام معلوم نہیں

"سنسکرت زبان کا ایک نہایت ہر دلعزیز کارنامہ "سکا سپتتی" ہے یہ مجموعہ قصص ستر ایسی کہانیوں پر مشتمل ہے جو طوطی کی زبان سے کہی گئی ہیں اس کی پہلی باون کہانیوں کا سب سے پہلا مشہور فارسی ترجمہ مولانا ضیاء الدین نخشبی کا ہے جو ۷۳۰ھ میں نہایت مغلق اور مرصع عبارت میں کیا گیا تھا۔ اس کا نام نخشبی نے "طوطا کہانی" رکھا۔ سترھویں صدی عیسوی میں سید محمد قادری نے اس ترجمہ سے پینتیس کہانیوں کو آسان فارسی

میں لکھا اور اس کا نام بھی "طوطی نامہ" رکھا یہ نسخہ ملا سید محمد قادری ہی کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ جو دکن کے کسی غیر معروف شخص کا ۱۱۴۲ھ میں کیا ہوا ہے یہ ملخص ترجمہ ۱۸۰۱ء میں کلکتہ اور اسی سال لندن میں چھپا۔ اس کے بعد بمبئی میں کئی مرتبہ چھپ چکا ہے اور عام طور سے ملتا ہے۔ سید حیدر بخش حیدری نے اس کو اُردو نثر میں لکھا جو ۱۸۰۱ء میں لندن میں شائع ہوا[۱] "طوطی نامہ" کی ہر دلعزیزی کی وجہ سے دنیا کی اکثر زبانوں میں اس کے ترجمے اور خلاصے مختلف اوقات میں ہوتے رہے ہیں۔

(۱) پہلا مشہور ترجمہ ترکی زبان میں عبداللہ باری نے ۹۴۶ و ۹۷۴ کے درمیان کیا ترکی سے جارج راسین نے اس کو جرمن زبان میں ترجمہ کیا جو ۱۸۵۸ء میں مقام سپیک طبع ہوا۔

(۲) ۱۰۴۹ء میں ملا غواصی نے دکن میں اس کا منظوم ترجمہ کیا۔

(۳) ابن نشاطی نے بھی ۱۰۷۴ء میں اس کا منظوم ترجمہ کیا۔

(۴) سید محمد قادری کے ملخص ترجمے سے زیر نظر ترجمہ ۱۱۳۲ء میں ہوا۔

(۵) ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش سے ۱۲۱۶ھ م ۱۸۰۱ء میں سید حیدر بخش حیدری نے "طوطا کہانی" کے نام سے ملا کے ترجمہ کو اردو میں منتقل کیا۔ جو ڈاکٹر فاربس کے اہتمام سے لندن میں شائع ہوا تھا۔ (۱۸۵۸ء) اس کے اب تک متعدد اڈیشن نکل چکے ہیں۔

(۶) فارسی متن کے ساتھ گلاڈوین نے ترجمہ کیا جو ۱۸۰۰ء میں کلکتہ سے شائع ہوا

(۷) پروفیسر ای کن نے ۱۸۲۲ء میں اس کا ترجمہ کیا جو اشٹاٹگرٹ میں طبع ہوا[۲]

---

[۱] ملاحظہ ہو فہرست کتب خانہ آصفیہ جلد دوم ص ۱۲۸۲ تا ۱۲۸۵

[۲] مزید تفصیل ملاحظہ ہو "اُردوئے قدیم" از حکیم شمس اللہ قادری ص ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷

(۸) نخشبی کے طوطی نامہ کا اختصار ابو الفضل بن مبارک نے بھی کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو فہرست ہندوستانی مخطوطات برٹش میوزیم نمبر ۵)

آغاز

"پیچھے سین طرح طرح صفت و ثنا پیدا کرنے زمین و آسماں کے کیفیت و حقیقت یو ہے کہ داستان قصہا و حکایات حضرت نخشبی رحمتہ اللہ علیہ کہ بیچ "طوطی نامہ" کے ساتھ عبارت سخت و دقیق کے لکھے۔ اسکیتیں مفصل و بیان واز واسطے معلوم ہونے تمام لوگاں کون محمد قادری نیک کرے اللہ تعالیٰ مرتبہ اتون کا" ....

خاتمہ

تمام احوال شارو کا اور عاشق ہونا خجستہ کا اوپر ایک جوان کے اور مرنا شارو کا دست سوں خجستہ کے اول سوں آخر تلک میموں سوں کہا میموں اسی وقت خجستہ کتیں مار ڈالا اور ہلاک کیا"

ترقیمہ

"قصہ طوطی نامہ کا وقت میں مشتری ساعت کے اور روز چہار شنبہ کے پندرھویں تاریخ میں ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۰۲ھ تمام ہوا امید صاحبان سے او ہے کہ سبب سون تا ہونے فرصت کے جلد منین اس قصے کوں لکھا اگر اس میں خطا ظاہر ہووئے معاف رکھنا۔ اور سر مو چیں ابرو نہو نا زیادہ چہ بر نگار دتمست ــــ تمام شد

ــ

۵۔ باقی حصہ کٹ گیا ہے بعد میں کسی نے پنسل سے ۱۲۰۲ھ بنا دیا ہے۔

مکتوبات

۶۰ - دستور النثر (۱۰ا۱ا)

اوراق ۴۴ سطور ۱۳ تقطیع ۸ ۳/۴ × ۶ ۱/۲ نستعلیق شکستہ آمیز خط عنوانات اور ہر نئے خط کا آغاز سرخی میں۔ ولایتی نیلا کاغذ نساخ قادر خاں سنہ کتابت تیرہویں تاریخ ماہ ذیقعدہ ۱۲۶۵ھ

مقام کتابت چھاونی جالنہ پور

آرکاٹ کے ایک باشندے محمد لطیف نے اپنے لڑکے کیواسطے کئی رقعے نو عنوانات کے تحت جمع کرکے ایک کتاب مرتب کی تھی جس کا نام انھوں نے "مفید الصبیاں" رکھا تھا۔ اس کا ترجمہ محمد خاں عرف بدوح (؟) میاں نے اصل کے مطابق "اپنے دکھنی محاورے" پر کیا ہے۔ تاکہ اردو جاننے والے کم عمر لڑکے اس سے استفادہ کرسکیں اس کا ذکر مصنف تمہید میں خود کرتا ہے۔ ایک تمہید کے علاوہ کتاب نو قسموں (ابواب) پر مشتمل ہے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اول قسم۔ خوشی اور مبارکبادی کے (خطوط) لکھنے میں۔

دوسری قسم۔ غم اور ماتم کے نگاشت میں۔

تیسری قسم ۔ میوے اور مٹھائی کی تحریر میں ۔
چوتھی قسم ۔ سب کاموں کی نوشت میں ۔
پانچویں قسم ۔ لفظوں کی غلطی اور صحیح کے جاننے میں ۔
چھٹی قسم ۔ شوقی خط کے ترقیم میں ۔
ساتویں قسم ۔ بیچ اداب اور القاب اور لفافوں کے ۔
آٹھویں قسم ۔ خط اور قبالہ او رمسک وغیرہ کے بیچ میں ۔
نویں قسم ۔ عربی فارسی ہندی انگریزی اروی مہینوں کے نام وغیرہ میں

آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم

"حمد بے حد و ثنائے بے عدد اس کو شایان ہے جس کی قدرت کے وصف میں بڑے بڑے دانا ونکی عقل حیران ہے"

خاتمہ

"حرف دال کا موافق ڈیڑ نقطے کے ہے ۔ باقی اسی موافق جانیے عقلمند کو ایک اشارہ ہے ۔ مختصر کرنا مناسب جانا"

کتاب تیرھویں صدی ہجری میں خطوط عرائض وغیرہ لکھنے کے جو طریقے دکن میں رائج تھے ان کا اچھا خاکہ ہے ۔ بعض ابواب بیحد دلچسپ اور مفید مطالعہ ہیں ۔ مثلاً پانچویں باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون کون سے ایسے عربی فارسی الفاظ تھے جو عام طور سے بولنے والے لوگوں کی زبانوں پر چڑھ کر ایک نئی صورت میں ڈھل گئے تھے ۔ مصنف نے تنبیہی خطوط کے پیرایہ میں بچوں کی املا الفاظ جو ہم مخرج حروف کے ایک دوسرے سے بدل جانے کی وجہ سے اصل عربی یا فارسی سے مختلف ہو گئے تھے) کی غلطیاں ۔ اور ان الفاظ کی جو صوتیات کے اصول کے مطابق آب و ہوا کے اثر سے دکن میں اصل سے ایک متغائر شکل

اختیار کر چکے تھے۔ ایک فہرست دی ہے۔ جن میں سے اکثر آج تک بھی یہاں عوام کی زباں پر جاری ہیں۔ مثلاً

مسید۔ (مسجد) جنجیر (زنجیر) خاغذ (کاغذ) ذخام (زکام) دیغ (دیگ) شراف (صراف) افراتفری (افراط و تفریط) اوگدرا (اوگلا) وغیرہ

ساتویں باب میں ہر قسم کے رقعوں کے آداب اور القاب جمع کئے گئے ہیں۔ جو اردو خطوط کے متعلمین کے لئے ایک نعمت ہیں۔

ترقیمہ

اور تمام کیا اس کتاب کو شکر سے پروردگار کے چھاونی
جالنہ پور میں قادر خاں کاتب تیرھویں تاریخ ماہ ذیقعدہ ۱۲۶۰ھ کو

عملی فنون

طب بیطاری وغیرہ

۶۱ - خنگ نواز نامہ (۱۵)

اوراق ۳۲ سطور ۱۳ تقطیع ½۱۱ × ¾۶ شکستہ آمیز نستعلیق خط کرم خوردہ اول ناقص سن کتابت بست و یکم محرم سنہ ۱۲۰۶ ہجری بروز یکشنبہ

یہ رسالہ گھوڑوں کے نسخوں ان کے اقسام ان کی حالت اور کیفیت سواری کی ترکیب اور اس سے متعلق دوسرے ضروری امور پر مبنی ہے۔ رنگ کے لحاظ سے گھوڑوں کی جو قسمیں کی گئی ہیں اس پر مختلف گھوڑوں کی آٹھ تصویریں بھی رنگین دی گئی ہیں۔ آخر میں چند دوائیں ایسی بتلائی گئی ہیں جن سے مصنف کے خیال کے مطابق گھوڑوں کے رام اور مطیع کرنے میں مدد ملتی ہے اس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا

رسالہ چوبیس فصلوں پر منقسم ہے پہلی فصل کا بڑا حصہ غائب ہے باقی کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

دوسرا فصل۔ آڑائی گھوڑے کو کرنے کے بیان میں۔

تیسرا فصل ۔ باگ پر لیجانے کے بیان میں ۔
چوتھا فصل ۔ کرڈلا کرنے کے بیان میں ۔
پانچواں فصل ۔ گھوڑا سیدا ہونے کے بیان میں ۔
چھٹا فصل ۔ گھوڑا پاچھی کرنے کے بیان میں ۔
ساتواں فصل ۔ پشتاک کرنے کے بیان میں ۔
آٹھواں فصل ۔ کاندھی مارنے کے بیان میں ۔
نواں فصل ۔ موزے پچھاڑنے کے بیان میں ۔
دسواں فصل ۔ گھوڑیکی اڑی اور بدکاری کے بیان میں ۔
گیارواں فصل ۔ گھوڑا گھبرا کر کھنڈتا ہوا جاوے اسکے بیان میں ۔
بارھواں فصل ۔ گھوڑیکی لنگڑا کے چلنے کے بیان میں ۔
تیرھواں فصل ۔ گھوڑیکے منہ زوری اور سینہ زوری کے بیان میں
چودھواں فصل ۔ پیچھے ہٹ جانے کے بیان میں ۔
پندرھواں فصل ۔ جو گھوڑا دبچہ دبا کر پھرتا ہے اسکے بیان میں
سولھواں فصل ۔ گھوڑے کو قدم پر لگانے کے بیان میں ۔
سترھواں فصل ۔ گھوڑا سوار کو لیکر لوٹ جانے کے بیان میں ۔
اٹھارواں فصل ۔ بدل کر زمین کھودنے کے بیان میں
انیسواں فصل ۔ گھوڑا لیکر گھر میں گھس جانے کے یا سیدھا ہو کر دیوار کو پاؤں لگا دیوے اس کے بیان میں ۔
بیسواں فصل ۔ گھوڑا اگر تڑپتا ہوا جاوے اس کے بیان میں ۔
یکبیسواں فصل ۔ بیچ ریاضت تعلیم گھوڑے کے ۔ اور چوگان بازی کے بیان میں ۔

بائیسواں فصل۔ گھوڑے کے اوکھاڑنے کے بیان میں۔

تیئسواں فصل۔ قروِل وغیرہ کے بیان میں۔

چوبیسواں فصل۔ گھوڑوں کے پہچانت اور خاتمہ کتابت کے

بیان میں۔

آغاز

موصوف اور یہ نحیف شاگرد لعل شاہ جنت نشان

کہ اوستاد زمانے کے ایجہائے فن گھوڑے چڑھنے کے

تھے۔ اور جناب بارے اونھوں کتیں ایسے عطا تھے کہ

اگر کاٹ کے گھوڑے پر بھی سواری کرتے تو ایکبارگی

اوڑا ہنے لگتے۔

خاتمہ

ہر ایک سخن اس کا دل پر یاد رکھے البتہ اس شخص کو

اوستاد کی حاجت نہ ہوگی اور کسی بات میں عاجز نہ رہیگا

موافق لکھنے کے عمل کریں (اس کے بعد عربی دعائیں

شروع ہوئی ہیں)۔

ترقیمہ کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ کسی اورم السین صاحب

اور طالع وند خاں محمودزی کی کتاب سے منقول ہے۔

ترقیمہ۔

بعونہ تمت الکتاب خنگ نواز نامہ بست دیکم محرم ۱۲۶ھ

(غالباً ۱۲۰۶ھ) بروز یکشنبہ بوقت پچپاس روز از کتاب

اورم السین صاحب وکتاب طالع وند خاں محمودزی

نقل نمودہ شد (ورق ۳۱ ب)"۔

آخری ورق (۳۲ ب) پر اردو اشعار لکھے ہوئے ہیں

ورق ۳۲ ا پر حیدرآباد دکن کے مشہور شاعر محمد صدیق قیس[۱] کی، دو غزلیں قیس کے نام سے اور ۳۲ ب پر دو غزلیں اور دو قطعے محمد صدیق کے نام سے درج ہیں۔

(۶۲)- فرس نامہ (۲۵)

اوراق ۴۳ سطور ۱۳ تقطیع $\frac{3}{4}$ ۸ × ۵ شکستہ آمیز نستعلیق خط
بے حد کرم خوردہ ہر فصل اور ہر نیا علاج سرخی میں لکھے ہوئے
ہیں اول اور آخر ناقص

یہ رسالہ گھوڑوں کی بیماریوں اور ان کے علاجات پر مشتمل ہے۔ اصل نسخہ کی ابتدا میں تین اور آخر میں پانچ ورق سادہ ہیں شروع ورق پر نیلے پنسل سے "فرس نامہ اردو" لکھا ہوا ہے جو غالباً مخطوطہ کے کتب خانہ میں داخل کے وقت تحریر کیا گیا تھا۔ اس نام کا پتہ خود اصل متن سے کہیں نہیں ملتا اور مصنف کا نام سال تصنیف اور تحریر میں سے کسی امر کا پتہ نہیں چلتا۔ زبان کے اعتبار سے یہ رسالہ تیرھویں صدی کے ابتدا کی تصنیف معلوم ہوتا ہے۔

---

[۱] محمد صدیق قیس شیر محمد خاں ایمان (نمبر ۳۷ فہرست ہذا) کے قریبی رشتہ دار اور باکمال شاعر تھے۔ صاحب دیوان ہیں دیوان کا نام "پیشکار" رکھا ہے۔ ریختی کا ایک دیوان عبدالجبار خاں صوفی ملکاپوری کو ملا تھا جو موسی ندی کی طغیانی میں ضائع ہو گیا ملاحظہ ہو محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن جلد ۲ ص ۹۴۱ و ص ۹۴۲۔

آغاز

"صابون بحیتولہ تمام اشیا ریاریک کو ٹکرا ہر روز آدھ سیر سفوف

اور" ....

خاتمہ

"ترکیب دیگر (سرخی میں) سلیم ...... متھا کو دیکر

نحہ کو کل مصطکی رومی ہر ایک پندرا تولہ مھتے لکڑی

تیس تولہ۔

ترقیمہ ۔ ندارد

(۶۳)- آئینہ محاربت (م ۳)

اوراق ۶۸ سطور ۱۵ تقطیع ۸ × ۴½ نستعلیق خط آبزدہ
نساخ محمد علی خاں سن کتابت معلوم نہیں غالباً چودھویں
صدی ہجری کے آغاز میں لکھی گئی

اس رسالے کا مصنف عبدالغفور خاں خیر آبادی ہے دیباچہ میں اپنے کچھ حالات بیان کرتا ہے جس سے حسب ذیل مواد حاصل ہوتا ہے۔ شیخ نجیب الدین کے فرزند مولوی وارث علی تھے جو دہلی کے باشندے اور فن بانک لکڑی پٹہ وغیرہ میں بڑے ماہر اور کامل تھے۔ ان سے اس فن کے نکات سینہ بہ سینہ اکبر علی خیر آبادی کو پہنچے۔ یہ اپنے زمانے میں ہندوستان میں اس فن کے مسلم الثبوت استاد مانے جاتے تھے۔

مصنف اپنے آپ کو ان کا برادر نسبتی بتلاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ سید اکبر علی کو مجھ سے خاص انس تھا۔ جس کی وجہ سے انھوں نے اس فن کے تمام راز مجھکو سمجھا دئے۔

مصنف لکھتا ہے کہ وہ مفلوک الحال اور معاش سے تنگ ہو کر حیدرآباد آتا ہے۔ یہاں "اکثر امرا نامی گرامی کے روبرو کثرت کا اتفاق ہوا۔ بعد ملاحظہ کثرت خوش و محفوظ ہو کر باخلاق کریمانہ پیش آئے۔ فی الحقیقت جیسی ثنا و صفت یہاں کے امرا کی مشہور بلاد و احصار ہے اس سے دو چند ہر امیر کو متصف پایا۔ اللہ تعالیٰ جیسا مرتبہ ان والا جاہوں کو عطا فرمایا ہے۔ ویسا ہی ہر غریب دیار سے باخلاق محمدی پیش آتے ہیں۔"

غرض یہاں مصنف ۱۳۰۵ھ میں نواب خورشید جاہ بہادر کا ملازم ہو جاتا ہے۔ یہ رسالہ اسی فیاض ہستی کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔

رسالہ سات فصلوں پر منقسم ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

فصل (۱) سوال و جواب (۲) سلاموں اور گھائیوں کے بیان میں (۳) انداز و توڑ پیچ داہنی طرف کے بیان میں (۴) انداز و توڑ پیچ بائیں طرف کے بیان میں (۵) انداز و توڑ پیچ سامنے کے بیان میں (۶) انداز و توڑ پیچ متفرقات اور لکڑی پیچ تلوار کی پیچوں کے بیان میں (۷) جسم کے باون انداز نشست اصول چھوٹ چھپی کی چوٹیں اور چند باتیں ضروری۔

آغاز

"ہزار شکر اُس خالق زمین و آسمان کا جس نے

اپنی قدرت کاملہ"

خاتمہ

"جواب جاہلاں باشد خموشی۔ اللہ جل شانہٗ اسکی مدد کرے گا"

ترقیمہ

بخط بیربط عاصی محمد علی خاں بتاریخ ۲۹ صفر المظفر نصف رسالہ ہذا زرہ بیمقدار عبدالغفور خان خیرآبادی۔

ریاضی

۶۴- مقولات عضدیہ (۱۵۱)

اوراق ۶۴- سطور ۱۵؛ تقطیع ½۱۱ × ½۹ خوشخط نستعلیق- زرد دبیز ولایتی کاغذ خود مصنف ہی کی تحریر ہے۔
کتابت ۱۳۰۱ھ

یہ فن اقلیدس میں عنایت رسول چڑیا کوٹی عباسی کی تصنیف ہے کتاب دو اقسام (حصوں) پر منقسم ہے۔ پہلی قسم میں اقلیدس کی شکلون سے بحث کی ہے۔ دوسرے میں ارشمیدش وتادو دسیوس وغیرہ کی شکلوں کا ذکر ہے۔

قسم اول میں تین مقولات ہیں مقولہ اول میں چھ مقالے اور ایک تتمہ ہے اس مقولے میں سطحات کا بیان ہے۔ مقولہ دوم میں چار مقولے ہیں جن میں "فن ارثماطیقی" پر بحث کی گئی ہے۔ مقولہ سوم کے پانچ مقالات بیان مجسمات پر حاوی ہیں۔

کتاب کی تصنیف کا سن غالباً ۱۳۰۱ ہجری ہے جس میں یہ پیش کیگئی تھی۔ یہ نسخہ مصنف نے خاص اپنے ہاتھ سے لکھکر حضرت غفران مکان شہریار دکن

نواب میر محبوب علی خان کی خدمت فیض درجت میں پیش کیا تھا (ص ۱۲۶)
جس کا ذکر ابتدا میں اس طرح کیا ہے "ہدیہ بارگاہ امیر کبیر والا اتبار عالیجاہ گردون وقار
شمس کلاہ سایہ کردگار انجم سپاہ سحاب گہربار ظل اللہ حاتم زمان رستم دوران
مظفر الممالک نظام الدولہ نظام الملک آصفجاہ میر محبوب علیخاں بہادر فتح جنگ
اللہم اید الاسلام والمسلمین بقار دولتہ واقبالہ وعزہ وجلالہ دبرہ وتوالہ الی یوم القیمۃ
بقلم العبد الآسی ظلوم وجھول عنایت رسول چڑیا کوٹے عباسی

آغاز

"الحمد اللہ الذی یولج الیل فی النہار ویولج النہار فی الیل

خاتمہ

اللہم متع المسلمین ببقائہ واہل العلم بنفائس الدنیہ۔

قانون

۶۵- قانون مالگزاری (۳ ج ۱)

اوراق ۷۸، سطور ۱۵، تقطیع ½۱۲×۸، خوشخط نستعلیق، ناسخ کے نام اور سنہ تحریر دونوں کا اندراج نہیں غالباً ۱۸۰۷ء سے کچھ پہلے لکھی گئی عہدہ داران مال اور مالگزاری اراضی بمبئی کے مسودہ قانون کا ترجمہ ہے۔ لیکن اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ ترجمہ کس کے حکم سے اور کس نے کیا۔ حسب ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول۔ مراتب ابتدائی

باب دوم۔ تقرر اختیارات مشاہرہ یاب عہدہ داران مال کے

باب سوم۔ عہدہ ہائے موروثی اور ملکیت اون کے متعلق اور تقرر اور حقوق اور خدمات عہدہ داران موروثی کے۔

باب چہارم۔ ضمانت جو بعض عہدہ داران مال کو داخل کرنی ہوگی اور ذمہ داری اصل اشخاص اور ان کے ضامنوں کی۔

باب پنجم ۔ بعض امور جن کے عہدہ داران مال کو امتناع ہے۔ اور انکی سزا بعلت بد معاملگی ۔
باب ششم ۔ اراضی و مالگزاری اراضی ۔
باب ہفتم ۔ دخل اراضی غیر منتقلہ کا اور حقوق دخیل کاران ۔
باب ہشتم ۔ قابضان درجہ اعلیٰ و ادنیٰ ۔ آسامیوں کے حقوق ۔
باب نہم ۔ پیمائشی ۔ بندوبست اور تقسیم جائداد ۔
باب دہم ۔ تصفیہ حدود اور تعمیر کرنا اور قائم رکھنا نشانات حد بندی کا ۔
باب یازدہم ۔ اراضیات جو دیہات اور قصبوں اور شہروں کے زمینوں کے اندر داخل ہوں ایسے زمینوں کا قائم کرنا ۔
باب دوازدہم ۔ وصول کرنا مالگزاری اراضی اور دیگر مطالبہ جات متعلقہ مال کا ذمہ داری مالگزاری اراضی
باب سیزدہم ۔ ضابطہ عہدہ داران مال ۔
باب چہاردہم ۔ اپیل و نظر ثانی ۔

اس کے بعد نو ضمیمے ہیں ۔

آغاز

"مسودہ قانون کا بغرض اجتماع و ترمیم قوانین متعلقہ عہدہ داران مال اور مالگزاری اراضی پریزیڈنسی بمبئی کے"

خاتمہ

بحکم جناب گورنر اجلاس کونسل

دستخط جان ہوجنٹ

انڈر سکرٹری گورنمنٹ

مقام قلعہ بمبئی

۹ نومبر ۱۸۷۶ء

۶۶ - ہدایت نامہ (۳ ج ۲)

اوراق ۹۷، سطور ۱۳ تا ۱۷، تقطیع ½ ۱۲ × ۸، نستعلیق شکستہ آمیز خط کاغذ ولایتی سفید۔ نقشے وغیرہ آسمانی رنگ کے کاغذ پر ہیں۔

ملازمان بندوبست ملک جنوب مرہٹہ کے واسطے جو ہدایتیں قوانین کی شکل میں مسٹرو بن گھہٹ سپرنٹنڈنٹ ریوینو سروے ممالک جنوب مرہٹہ نے مرتب کی تھیں۔ یہ اس کا ترجمہ ہے جو مولوی سید مہدی علی صاحب ناظم بندوبست حیدرآباد دکن کے حکم سے منشی کاشی ناتھ کھتری اکبرآبادی مقیم سرسا ضلع الہ آباد نے ۳ر اکتوبر ۱۸۷۶ء کو بہ مقام سرسا کیا تھا۔

یہ ہدایت نامہ ایک فہرست مضامین اور متعدد ضمیمہ جات کے علاوہ تیرہ فصلوں پر منقسم ہوا ہے۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

فصل اوّل بابت کام کارروائی ملازمان بندوبست۔
فصل دوم بابت پیمائش اور الات کے۔
فصل سوم نمبروں میں زمین تقسیم کرنے کے بابت
فصل چہارم بابت خط قاعدہ۔
فصل پنجم بابتہ راستہ وسڑک۔
فصل ششم بابت چھٹی وصاف خسرہ کے۔
فصل ہفتم بابت نقشہ موضع۔

فصل ہشتم بابت تعمیر کرنے نشانات حد
فصل نہم بابت حدود موضع
فصل دہم آلات تھیوڈولائٹ اور پریزمیٹک کمپاس۔
فصل یازدہم موسم بارش میں اس کے نقشہ وخسرہ کے پڑتال ودیگر کاغذات کے طیاری کے باب ہیں۔
فصل دوازدہم بابت قائم کرنے قسم زمین کے اور فرائض کلاس۔
فصل سیزدہم کلاس کی کتابوں کی پڑتال ودیگر کاغذات کی تیاری کے بابت۔

معلوم ہوتا ہے یہ ترجمہ مسودے کی حالت میں پیش کیا گیا تھا۔ کیونکہ متعدد لوگوں نے اس میں جا بجا ترمیمیں کی ہیں۔ اکثر مقامات پر پنسل کی تحریر سے اگلی تحریروں کو منسوخ کیا گیا ہے۔ اضلاع اور مقامات کے ناموں کی جگہ قوسین ڈالکر چھوڑ دی گئی ہے۔ غالباً اس انگریزی ترجمہ کو اپنے مقام کے مناسب ضرورتوں پر ڈھالنے کا خیال ہوگا۔

شروع میں وہ تمام کیفیت درج ہے جو پہلے پیراگراف میں بیان کی گئی ہے۔ آخر میں مترجم نے انگریزی میں اپنا نام پتہ اور تاریخ تکمیل ترجمہ درج کی ہے۔

فصل اوّل

آغاز

ملازمان محکمۂ پیمائش کے رویہ کے بیان میں

(۱) ملازمان محکمۂ بندوبست میں صدر مقام میں ہیں تو انھیں اختیار

ہے جہاں چاہیں رہیں۔

خاتمہ

دستخط جی ول گیٹ سوپرنٹنڈنٹ محکمہ پیمائش جنوب ملک مرہٹہ
ترقیمہ (بزبان انگریزی)

Translated from the original by Kashi Nath

Allahabad, Sirsa Allahabad

3rd October 1876

اخلاقیات

۶۷۔ سلک جواہر (اج ۱)

اوراق ۱۱۶ سطور ۱۳۔ تقطیع ۱۲ × ۳/۴ ۵ نستعلیق خط عنوانات سُرخی میں کاغذ دیسی قدرے کرم خوردہ مکتوبہ ۱۲۶۵ھ نساخ جیا رام

یہ اخلاقیات کے موضوع پر محمد فخرالدین حسین کی تصنیف ہے۔ اس کا مواد مصنف نے حسب ذیل ماخذوں سے جمع کیا ہے۔

اخلاق ناصری۔ تاریخ حکمائے فلاسفہ۔ روضۃ الصفا۔ حدیقۃ الاقالیم تفسیر عزیزی۔ کلیلہ دمنہ۔ اور دوسرے صحائف آسمانی و مصنفات پیشین۔

مصنف نے اس کو حسب ذیل تین شعبوں (حصوں) پر تقسیم کیا ہے۔

"شعبہ اول۔ بیچ ذکر مکارم اخلاق کے۔ شعبہ دوئم۔ بیچ بیان مواعظ و نصایح اکابر و حکمائے سلف کی۔ شعبہ سیوم متضمن نوادر کلمات حکمت اور فوائد کا۔"

آغاز

سلک جواہر ثمین حمد و ثنائے بے منتہا اس حکیم و علیم تعالیٰ شانہٗ کی شائستہ زیب آرائی گردنِ شاہد بیان کی ہے۔

خاتمہ

جواب حضرت نے فرمایا وہ لوگ اصحاب کہف تھے اور قصہ ان کا ابتدا سے بیان کیا۔ علمائے یہود نے سب جوابوں کی تصدیق کی اور اسلام قبول کیا۔

ترقیمہ

"الحمد للہ والمنت کہ کتاب سلک جواہر حسب الحکم فیض شمیم احترام الدولہ جناب ستطاب حکیم احسن اللہ خان صاحب بہادر دام اقبالہ و حشمتہ بتاریخ بستم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۲۶۵ ہجری مقدسہ بخط زشت نمط احقر الانام جیارام در عین سرعت باختتام رسیدہ فقط تمم

ہر کہ باشد دعا طمع دارم
زانکہ من بندہ گناہ گارم

ضمیمہ

ظفر نامہ۔ محمد حنیف۔ (۲۴ ۔ فہرست ہذا ص۹۶)

قصہ کا اصل نام "جنگ نامہ محمد حنیف ہے" جس کا ذکر ہم نے فہرست میں کیا ہے۔ اس کا مصنف سیوک ہے۔ کتب خانہ کلیہ کا مخطوطہ نامکمل ہے۔ عمر یافعی صاحب کے پاس جنگ نامے کا ایک مکمل مخطوطہ ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مصنف "سیوک" ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۰۹۰ ہے کتب خانہ کے نسخہ میں ابتدائی اوراق جو اصل نسخہ میں تمہید نعت وغیرہ پر مشتمل ہیں غائب ہیں۔ انھیں میں مصنف کا نام بھی آتا ہے۔ آخر کے چند شعر بھی موجود نہیں ہیں۔ جس میں سال تصنیف کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتب خانہ کے مخطوطے کی ابتدا آغاز جنگ سے ہوتی ہے۔

اشاریہ

ٹ

ث

ج

چ

ش

ص

ط

غ

ف

ق